عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ

ختمِ نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

قیمت ۱۰ روپے

جلد: ۳۴ | ۲۵ صفر تا ۲ ربیع الاول ۱۴۳۷ھ مطابق ۸ تا ۱۵ دسمبر ۲۰۱۵ء | شمارہ: ۴۶

شیخ الحدیث مولانا
محمد زکریا کاندھلوی
کی علمی و تبلیغی خدمات

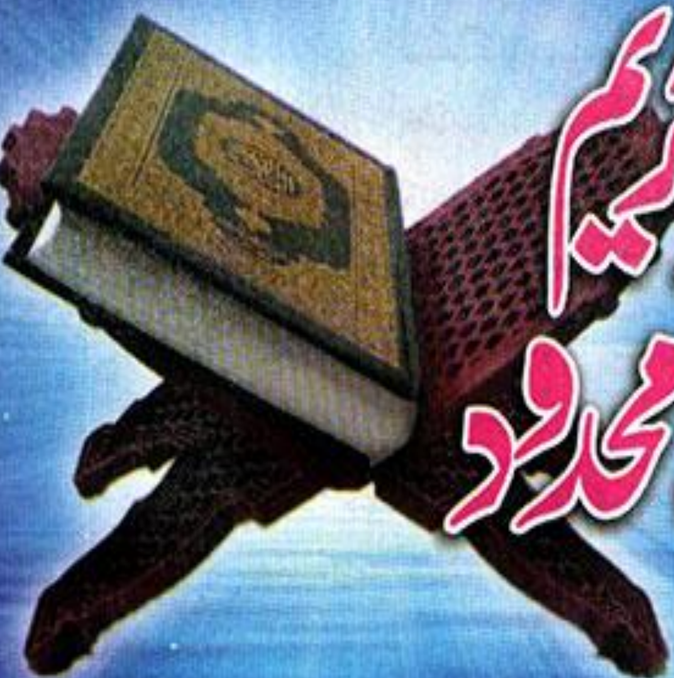

قرآنِ کریم کا اعجازِ لامحدود

طالب علمی کے آداب

جناب اشتیاق احمد رحمۃ اللہ علیہ
مجاھدِ ختمِ نبوت کا سفرِ آخرت

Email: editorkn@yahoo.com

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
http://www.khatm-e-nubuwwat.com

آپ کے مسائل

مولانا اعجاز مصطفیٰ

شادی کے موقع پر لڑکے اور لڑکی کو ملنے والے تحائف کا حکم

س:...... ہمارے ہاں شادی بیاہ میں رسم ورواج کے مطابق جہیز کے علاوہ لڑکی والے لڑکے والوں کو اور ان کے رشتہ داروں کو کپڑے اور رقم (سلامی) دیتے ہیں۔ یہ سب برادری کی ایک پرانی رسم ورواج کے تحت سرانجام پاتا ہے، یہ سب برادری کی رسم کو پورا کرنے کے لئے کیا جاتا ہے تاکہ لڑکی والوں کو برادری میں کسی بھی قسم کی رسوائی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ کچھ عرصہ کے بعد طلاق واقع ہونے پر لڑکے والے اپنا دیا ہوا سب سامان واپس لے کر لڑکی والوں کو جہیز واپس کرتے ہوئے کپڑے اور رقم کو بطور ہدیہ رکھ لیتے ہیں اور شرعی مسئلہ بیان کرتے ہیں کہ ہدیہ واپس نہیں کیا جاتا ہے جبکہ لڑکی والے جہیز کے ساتھ ساتھ کپڑے اور رقم رسم ورواج کے تحت دیتے ہیں نہ کہ ہدیہ کی نیت سے۔ کیا یہ سب جائز ہے اور کیا ہدیہ دے کر واپس لیا جاسکتا ہے؟ وضاحت سے جواب عنایت فرمائیں۔

سائل: ساجد جمیل، کراچی

ج:...... صورت مسؤلہ میں لڑکی والوں نے شادی کے وقت لڑکے کو یا اس کے ماں، باپ، بہن، بھائی وغیرہ کو جو ہدیے اور تحفے کپڑوں اور رقم کی صورت میں دیئے تھے یہ تو ظاہر ہے کہ واپس لینے کی نیت سے نہیں دیئے تھے، اس لئے یہ ہدیے اور تحفے ان کی (لڑکے والوں کی) ملکیت شمار ہوں گے، لہٰذا طلاق کے بعد ان کی واپسی کا مطالبہ کرنا درست نہیں۔ البتہ رسم و رواج کی وجہ سے مجبور ہو کر اس طرح ہدیہ دینا جائز نہیں اور لڑکے والوں کے لئے لینا بھی جائز نہیں۔ باقی شادی کے موقع پر لڑکے والے لڑکی کو جو کپڑے، زیور و دیگر سامان وغیرہ بَری کی صورت میں دیتے ہیں یا ساس، سسر، دیور، جیٹھ اور نندیں وغیرہ یا شوہر کے دوسرے رشتہ دار جو ہدیہ، تحفہ، روپے، پیسے یا سونے کی چیزیں دیتے ہیں شرعاً لڑکی ان چیزوں کی مالک بن جاتی ہے۔ ہاں اگر لڑکے والوں نے زیور دیتے وقت عاریتاً دینے کی نیت تھی، ملکیت کے طور پر نہیں دیا تھا تو پھر یہ زیور لڑکی سے وہ واپس لے سکتے ہیں اور شوہر منہ دکھائی میں جو ہدیہ وغیرہ دے وہ لڑکی کی ملکیت شمار ہوگا، لہٰذا طلاق ہو جانے کی صورت میں لڑکی کو دیئے ہوئے تحائف میں سے کوئی چیز لڑکی سے واپس لینا انتہائی بُرا ہے اور ظلم ہے اور حدیث مبارکہ میں فرمایا گیا ہے کہ ہدیہ دے کر واپس لینا اس کی مثال ایسی ہے جیسے کتا قے کرنے کے بعد اسے چاٹنے لگے۔

"عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم العائد فی ہبتہ کالکلب یعود فی قیئہ لیس لنا مثل السوء. رواہ البخاری۔" (مشکوٰۃ، ص:۲۶۰)

لڑکے کے ذمہ لازم ہے کہ وہ اس کا مکمل مہر بھی ادا کرے اور خوش اسلوبی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک ایک چیز واپس کردے اور احسن طریقے سے رخصت کرے۔ اگر لڑکی کی کسی چیز کو جان بوجھ کر خراب کیا یا کسی چیز پر قبضہ کیا تو ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کے یہاں جواب دہ ہوں گے اور وہاں اس کا پورا پورا حساب لیا جائے گا اور مظلوم کو بدلہ دیا جائے گا، جو کہ مقبول نیکیوں کی صورت میں ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ہفت روزہ ختمِ نبوّت

مجلسِ ادارت

مولانا سیّد سلیمان یوسف بنوری — صاحبزادہ مولانا عزیز احمد

علامہ احمد میاں حمادی — مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

مولانا قاضی احسان احمد

جلد:۳۴ — ۲۵ رصفر المظفر تا ۲ رربیع الاول ۱۴۳۷ھ مطابق ۸تا۱۵ ردسمبر ۲۰۱۵ء — شمارہ:۴۶

سرپرست

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر مدظلہ

حضرت مولانا حافظ ناصر الدین خاکوانی مدظلہ

مدیر اعلیٰ

مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ

مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر

مولانا محمد اعجاز مصطفی

معاون مدیر

عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر

حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ

منظور احمد میو ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر

محمد انور رانا

تزئین وآرائش:

محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

اس شمارے میں!

اشتیاق احمدؒ... مجاہد ختم نبوت کا سفر آخرت	۴	محمد اعجاز مصطفی
قرآن کریم کا اعجاز لامحدود	۷	مولانا محمد واضح رشید حسنی
طالب علمی کے آداب	۱۲	عبدالرشید ندوی
اک شخصیت اور داغ مفارقت دے گئی	۱۵	مفتی محمد راشد ڈسکوی
شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کی علمی وتبلیغی خدمات	۱۸	مولانا مجیب الرحمٰن انقلابی
گھر بنا بلبل کا باغ میں	۲۰	مولانا اللہ وسایا مدظلہ
آہ! حافظ محمد ثاقب چل بسے	۲۲	مولانا محمد عارف شامی
مرزائیت اور عدالتی فیصلے (۳)	۲۳	مولانا شاہ عالم گورکھپوری

بیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ

مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ

مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ

محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ

خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ

فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ

مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ

ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ

جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ

شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ

حضرت مولانا سید انور حسین نفیس الحسینیؒ

مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ

شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ

شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

زرِ تعاون

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۵ ڈالر، یورپ، افریقہ: ۷۵ ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۶۵ ڈالر

فی شمارہ ۱۰ روپے، ششماہی: ۲۲۵ روپے، سالانہ: ۴۵۰ روپے

WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT, A/c# 0010010964680019

(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK68ABPA0010010964680019

AALMI MAJLIS TAHAFFUZ KHATM-E-NUBUWWAT 0010010964710018

(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK45ABPA0010010964710018

Allied Bank Binori Town Branch Code: 0159 Karachi.

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)

ایم اے جناح روڈ کراچی، فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷، فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰

Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)

Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi

Ph:32780337, 34234476 Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان

فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶، ۰۶۱-۴۵۸۳۴۸۶

Hazori Bagh Road Multan

Ph:061-4583486, 061-4783486

لندن آفس:

35,Stockwell Green

London, SW9 9HZ U.K

Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری — مطبع: القادر پرنٹنگ پریس — طابع: سید شاہد حسین — مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

اداریہ

محمد اعجاز مصطفی

جناب اشتیاق احمد رحمۃ اللہ علیہ

مجاہد ختم نبوت کا سفر آخرت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

۴؍صفر المظفر ۱۴۳۷ھ مطابق ۱۷؍نومبر ۲۰۱۵ء بروز منگل روزنامہ اسلام کے مقبول ہفتہ وار میگزین ''بچوں کا اسلام'' کے مدیر، ممتاز ادیب، معروف ناول نگار، آٹھ سو سے زائد ناولوں کے مصنف اور تخلیق کار، جامعہ خیر المدارس کے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد صدیق صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے تربیت یافتہ اور محبوب، مجاہد ختم نبوت اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن جناب اشتیاق احمد کراچی ایئرپورٹ پر اچانک حرکت قلب بند ہونے سے راہی بعالم آخرت ہوگئے۔ إنا للہ وإنا إلیہ راجعون، إن للہ ما أخذ ولہ ما أعطی وکل شیء عندہ بأجل مسمّٰی۔

جناب اشتیاق احمد ۵؍جون ۱۹۴۴ء کو بھارت کی ریاست پانی پت کے ضلع کرنال (مشرقی پنجاب) میں جناب مشتاق احمد ولد گل محمد کے گھر میں تولد ہوئے۔ ابتدائی تعلیم شیخ لاہوری اسکول جھنگ صدر میں حاصل کی، جب کہ میٹرک تک اسلامیہ ہائی اسکول جھنگ میں زیر تعلیم رہے۔

آپ کے حالات پر ماہنامہ ''الخیر'' ملتان کے مدیر، ہمارے مخدوم مکرم حضرت مولانا محمد ازہر صاحب نے ۱۹؍نومبر ۲۰۱۵ء روزنامہ اسلام کراچی میں تحریر کردہ مضمون بنام ''ادیب لبیب کا سانحۂ ارتحال'' بہت ہی عمدہ لکھا ہے، جس سے کئی تاریخی واقعات کا بھی انکشاف ہوتا ہے، ہفت روزہ ختم نبوت کی فائلوں میں اس کو محفوظ کرنے اور قارئین کو ان تاریخی واقعات سے محظوظ کرنے کی غرض سے بطور اداریہ نقل کیا جاتا ہے۔ حضرت موصوف لکھتے ہیں:

''زندگی نیک نیتی، محنت، دیانت اور اسلامی اصول کے مطابق گزارنے کا عزم کیا جائے تو حق تعالیٰ شانہ کی خصوصی عنایات قدم قدم پر دستگیری فرماتی ہیں، اشتیاق احمد مرحوم کی زندگی کا سفر اس کی شہادت دیتا ہے۔ ان کی تعلیم میٹرک تک تھی، ہمارے ہاں آج کل کے میٹرک پاس تو کجا گریجویٹ حضرات بھی اردو زبان میں چند صفحوں کا معیاری مضمون نہیں لکھ سکتے لیکن اشتیاق احمد مرحوم نے ۸۰۰ ناول لکھ کر ایک ریکارڈ قائم کیا۔ غریب گھرانے کے ایک میٹرک پاس فرد کو سفر زیست میں جن تلخیوں کا سامنا ہوسکتا ہے، اشتیاق احمد مرحوم بھی ان سے گزرے۔ ریڑھی لگانے سے لے کر ۱۰۰ روپے ماہوار کی معمولی ملازمت تک زندگی کی کئی سختیوں کو برداشت کیا، مگر نیک نیتی، خداداد صلاحیتوں اور دینی مزاج کی وجہ سے مشکلات سہل ہوتی گئیں اور پھر اللہ تعالیٰ نے ان سے وہ کام لیا جو بڑے بڑے تعلیم یافتہ حضرات بھی شاذ و نادر کر پاتے ہیں۔ انہوں نے سب سے پہلے ''وادیٔ مرجان'' کے نام سے ایک ناول لکھا۔ یہ ناول قادیانیوں کے دجل فریب پر منطبق ہوتا تھا جس میں ان کی حقیقت کو ادبی رنگ میں بیان کیا گیا تھا۔ اس کے بعد مرحوم کو قادیانیوں کی طرف سے دھمکیاں ملنی شروع ہوگئیں، مگر انہوں نے اس کی کوئی پروا نہ کی اور ''ادب برائے اصلاح'' کا کام ایک

مشن کے طور پر شروع کر دیا۔

۱۹۷۱ء میں انہوں نے بچوں کے لئے جاسوسی ناول لکھنے شروع کئے جس نے انہیں لافانی شہرت عطا کی۔ انسپکٹر جمشید، محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر کامران سیریز کے نام سے بچوں کو جاسوسی ادب سے روشناس کرانے کا سہرا مرحوم اشتیاق احمد کے سر جاتا ہے۔ مرحوم جھنگ شہر کے رہنے والے تھے۔ جھنگ میں تقریباً ۲۰ سال تک جامعہ خیر المدارس کے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد صدیق خطبۂ جمعہ ارشاد فرماتے رہے ہیں۔ اس اثنا میں مرحوم اشتیاق احمد کا حضرت سے تعلق قائم ہوا جو بعدازاں گہری محبت وعقیدت میں بدل گیا۔ مرحوم، حضرت مولانا محمد صدیق صاحب کے تمام مواعظ میں پابندی کے ساتھ شریک ہوتے اور دو تین ہفتوں کے بعد اپنے گھر میں مستورات کے لئے مجلس وعظ کا اہتمام کرتے اور حضرت شیخ الحدیث صاحب کا بیان کراتے۔ حضرت مولانا فرماتے ہیں کہ مرحوم ایک کامل دیندار انسان تھے، چھوٹے چھوٹے مسائل بھی علماء سے پوچھ کران پر عمل پیرا ہوتے تھے۔ مجھ سے ایک مرتبہ کہا کہ مجھے بعض احباب نے کہا ہے کہ تم جو ناول لکھتے ہو یہ فرضی قصے ہوتے ہیں، لہٰذا ان کی کمائی حلال نہیں ہے۔ حضرت فرماتے ہیں کہ:''میں نے ان سے کہا کہ اگر آپ تین باتوں کا التزام کرلیں تو میں آپ کی کمائی کے حلال ہونے کا فتویٰ دیتا ہوں: (۱) یہ نیت کرلیں کہ میرے ان ناولوں کا مقصد مسلمان بچوں کو اردو ادب سکھانا ہے۔ (۲) اپنے قارئین یعنی بچوں کو یہ پیغام دیں کہ وہ ناولوں میں مشغولی کے باعث نماز سے غفلت نہ کریں۔ (۳) والدین اور اسکول کی طرف سے جو کام ان کے ذمہ لگایا جائے اس میں غفلت اور سستی نہ کریں۔ اشتیاق احمد مرحوم نے حضرت کی ان تینوں باتوں پر عمل کیا اور اپنے ناولوں کے شروع میں یہ لکھنا شروع کردیا: کیا آپ نے نماز پڑھ لی ہے؟ کیا آپ نے اپنا ہوم ورک مکمل کرلیا ہے؟ کیا آپ گھر کے ضروری کام سے فارغ ہوگئے ہیں؟ اشتیاق احمد مرحوم کی اس نیک نیتی کا ثمر یہ تھا کہ ان کے ناول پڑھنے سے بچوں میں آزاد خیالی، بے عملی اور بے راہ روی کی بجائے نظم وضبط، وقت کی قدر اور عمل کا جذبہ پیدا ہوتا تھا۔

ایک مرتبہ جھنگ کے قادیانیوں نے اشتیاق احمد مرحوم کو''کمالات اشرفیہ'' نامی ایک کتاب دی جس میں یہ دعویٰ کیا گیا کہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اپنی تالیف''احکام اسلام، عقل کی نظر میں'' کے مضامین میں مرزا غلام احمد قادیانی کی کتب سے استفادہ کیا ہے۔ اس دعویٰ کو ثابت کرنے کے لئے مرزا غلام احمد قادیانی کی بعض تصنیفات اور حضرت تھانویؒ کی بعض ملتی جلتی عبارات پیش کی گئیں۔ یہ دعویٰ بھی کیا گیا کہ حضرت تھانویؒ نے کسی حوالہ کے بغیر یہ عبارات اس لئے لکھی ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی کا حوالہ دینے کی صورت میں ان کے معتقدین ان کے دشمن بن جائیں گے۔ جناب اشتیاق احمد مرحوم نے یہ کتابچہ حضرت مولانا محمد صدیق صاحب کی خدمت میں پیش کرکے اس الزام کی حقیقت کے بارے میں استفسار کیا۔ حضرت مولانا نے یہ قادیانی کتابچہ جامعہ خیر المدارس کی مجلس علمی''نادیۃ الخیر'' میں پیش کیا اور قادیانی الزام کا جواب لکھنے کا حکم فرمایا۔ جامعہ خیر المدارس سے شائع ہونے والے ماہنامہ''الخیر'' کی اشاعت کا یہ پہلا سال تھا۔ قادیانی دجل وفریب کی حقیقت آشکارا کرنے کے لئے یہ طے ہوا کہ اس کا جواب لکھنے کے لئے مفکر اسلام حضرت مولانا علامہ ڈاکٹر خالد محمود کی خدمت میں درخواست کی جائے۔ چنانچہ اساتذہ خیر المدارس کی درخواست پر علامہ خالد محمود صاحب نے ۴۵ صفحات پر مشتمل ایک مبسوط مضمون لکھا، جس میں قادیانی کذب وافترا اور الزام تراشی کا مدلل ومسکت جواب دیا گیا۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت تھانویؒ کی کتاب کا ماخذ مرزا غلام احمد قادیانی کے ایک ہم عصر مولوی محمد فضل خان کی کتاب''اسرار شریعت''

ہے۔ مولوی محمد فضل خان غیر مقلد تھے، مگر انہوں نے شریعت کے مسائل واحکام کی عقلی وفطری استناد مہیا کرنے کے لئے ایک قابل قدر کاوش کی تھی۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی کتابوں کشتی نوح، آریہ دھرم، برکات الدعا، نسیم دعوت وغیرہ میں اصل کتاب کا حوالہ دیئے بغیر بہت سی عبارات کو نقل کیا ہے۔ حکیم الامۃ حضرت تھانویؒ نے جب ''المصالح العقلیہ'' (احکام اسلام عقل کی نظر میں) تالیف فرمائی تو موضوع کی یکسانیت کی وجہ سے مولوی محمد فضل خان کی کتاب ''اسرار شریعت'' بھی آپؒ کی نظر سے گزری، اس کے بعض مضامین ایسے تھے جو موضوع سے براہ راست تعلق رکھنے کی وجہ سے بعینہ نقل کرنا مناسب تھے، چنانچہ حضرت تھانویؒ نے آج کل کے مصنفین کی طرح اسلاف کی عبارات میں معمولی تغیر وتبدل کر کے اپنی جانب منسوب کرنے کی بجائے اصل عبارات من وعن نقل کردیں۔ قادیانیوں کا الزام تھا کہ حضرت تھانوی نے اصل ماخذ کا حوالہ نہیں دیا جبکہ حضرت تھانویؒ نے کتاب کے مقدمہ میں یہ صاف لکھ دیا تھا کہ انہوں نے اپنی اس کتاب میں بعض مضامین کسی اور کتاب سے لئے ہیں۔ حضرت تھانویؒ کے الفاظ یہ ہیں: ''احقر نے غایت بے تعصبی سے اس میں بہت سے مضامین کتاب مذکورہ بالا (اسرار شریعت) سے بھی، جو کہ موصوف بصحت (درست) تھے، لے لئے اور اس میں احکام مشہورہ کی کچھ کچھ وہی مصلحتیں مذکور ہوں گی جو اصول شرعیہ سے بعید نہ ہوں۔'' (المصالح العقلیہ، ص:۱۴)

اس میں حضرت تھانویؒ نے اپنی کتاب کے اصل ماخذ کا حوالہ تو دے دیا مگر یہ سوال باقی رہا کہ حضرتؒ نے کتاب کے مصنف کا نام کیوں نہیں لیا؟ جس کا جواب یہ ہے کہ کتاب کے مصنف مولوی محمد فضل خان غیر مقلد تھے اور علم وعمل کی کمی کے باعث بہت کچھ رطب ویابس انہوں نے اپنی کتاب میں جمع کردیا ''حضرت حکیم الامت'' نے انہیں رسوائی سے بچانے اور ان کی کتب کے رطب ویابس سے قارئین کو بچانے کے لئے کتاب اور مصنف دونوں کا نام نہیں لیا۔ نام نہ لینے کی وجہ بھی آپؒ نے خود تحریر فرمادی تھی، چنانچہ لکھتے ہیں: ''اس وقت بھی ایک ایسی کتاب ہے، جس کو کسی صاحب قلم نے لکھا ہے مگر علم وعمل کی کمی کے سبب تمام تر رطب ویابس سے پُر ہے، ایک دوست کی بھیجی ہوئی میرے پاس دیکھنے کی غرض سے رکھی ہے''.... احقر نے بہت سے مضامین غایت بے تعصبی سے کتاب مذکورہ بالا سے بھی جو کہ موصوف بصحت تھے لے لئے ہیں۔''

حاصل یہ کہ حضرت تھانویؒ نے بھی ''اسرار شریعت'' سے استفادہ کیا مگر اس کا حوالہ دینا اور مصنف کا نام نہ لکھنے کی وجہ تحریر کی اور مرزا غلام احمد قادیانی نے بھی اس کی عبارات اپنی کتابوں میں درج کیں اور کسی قسم کا حوالہ نہیں دیا، لہٰذا اسے ''کمالات اشرفیہ'' کی بجائے ''کمالات قادیانی'' کہنا صحیح اور حقیقت کے مطابق ہے۔

اس طرح اشتیاق احمد مرحوم کی اس تحریک سے ایک تاریخی حقیقت بے نقاب ہوئی۔ مرحوم عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مجلس شوریٰ کے رکن بھی تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی دینی خدمات کو قبول فرمائیں اور کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائیں۔ آمین۔''

(روزنامہ اسلام کراچی، ۱۹؍نومبر ۲۰۱۵ء)

جناب اشتیاق احمد صاحب نے ۱۹۶۷ میں شادی کی۔ آپ کے پسماندگان میں ایک بیوہ، ۴ بیٹے اور ۵ بیٹیاں شامل ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی مساعی کو قبول فرمائے اور آخرت میں ان کو جنت الفردوس کا مکین بنائے۔ تمام قارئین سے جناب اشتیاق احمد مرحوم کے لئے ایصال ثواب کی درخواست ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه سیدنا محمد وعلی آله وصحبه اجمعین

قرآن کریم کا اعجاز لامحدود

مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی

قرآن کریم صحف سماویہ میں اپنی خصوصیات کے اعتبار سے منفرد کتاب الٰہی ہے، اس کی سب سے بڑی خصوصیت اس کا تحریف سے محفوظ رہنا ہے، وہ صوتی، لفظی اور ترتیب کے اعتبار سے محفوظ ہے، خود قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے جو خاص امتیاز کی طرف اشارہ کرتا ہے:

''اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ'' (الحجر:۹)

ترجمہ: ''بیشک ہم نے قرآن نازل کیا اور ہم اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔''

اس سے معلوم ہوا کہ یہ کتاب قیامت تک اپنی خصوصیات کے ساتھ محفوظ اور قابل استفادہ رہے گی۔

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ نے اپنی کتاب ''مطالعۂ قرآن کے اصول و مبادی'' میں تحریر فرمایا ہے:

''قرآن''، ''فرقان'' (فاروق اور ممیز) ہے اور یہ اس کی ایسی امتیازی صفت ہے جو اس کے نام کے قائم مقام ہوگئی ہے:

''تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰي عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا۔'' (الفرقان:۱)

ترجمہ: ''بڑی عالیشان ذات والا ہے جس نے یہ فیصلہ کی کتاب اپنے بندۂ خاص پر نازل فرمائی تاکہ وہ تمام جہاں والوں کے لئے ڈرانے والا ہو۔''

قرآن مجید نے ہدایت و گمراہی میں، ایمان و کفر میں، اسلام اور جاہلیت میں، خدا کی رضا و عدم رضا میں، یقین و ظن میں، حلال و حرام میں، قیامت تک کے لئے جو فصل اور امتیاز پیدا کردیا ہے اس کی نظیر سے مذہبی تعلیمات اور آسمانی صحیفوں کی تاریخ خالی ہے۔

قرآن کریم اپنی زبان و بیان اور مضامین کے اعتبار سے ہر زمانہ میں بحث و تحقیق کا موضوع رہا ہے، اس لئے کہ وہ عربی میں نازل ہونے کے باوجود ہر دور اور ہر قوم کو یکساں طور پر مخاطب کرتا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ'' (الانبیاء:۱۰)

ترجمہ: ''ہم نے تمہاری طرف ایسی کتاب نازل کی ہے جس میں تمہارا تذکرہ ہے کیا تم نہیں سمجھتے۔''

دوسری جگہ ارشاد ہے:

''وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰي عِلْمٍ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ۝'' (الاعراف:۵۲)

ترجمہ: ''اور ہم نے ان کے پاس کتاب پہنچادی ہے جس کو علم و دانش کے ساتھ کھول کھول کر بیان کردیا ہے اور مومن لوگوں کے لئے ہدایت و رحمت ہے۔''

ایک دوسری خصوصیت کی طرف اشارہ اس طرح کیا گیا ہے:

''الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ۝ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ۔'' (یوسف:۲،۱)

ترجمہ: ''یہ کتاب روشن کی آیتیں ہیں، ہم نے اس قرآن کو عربی میں نازل کیا تاکہ تم سمجھ سکو۔''

عربوں کو چونکہ فصاحت و بلاغت کا دعویٰ تھا اور بیان کا امتیاز تھا، وہ دوسری قوموں کو عجمی سمجھتے تھے اور وہ قرآن کریم کے مخاطب اول تھے اس لئے قرآن کریم نے ان کو اس بنیاد پر چیلنج کیا کہ وہ اس سے بہتر نمونہ لاکر دکھائیں، وہ اس میں ناکام رہے بلکہ ان کے اہل علم و ذوق نے اس کے معجز ہونے کا اقرار کیا۔ ولید بن مغیرہ نے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن تھے، آپ کو قرآن کریم کی بعض آیتیں تلاوت کرتے ہوئے سنیں تو اتنا متاثر ہوئے کہ وہ بھاگے ہوئے قریش کے بعض سرداروں کے پاس آئے اور کہا:

''واللّٰہ لقد سمعت من محمد كلاماً ماهو من كلام الانس، ولا من كلام الجن، وان له لحلاوة، وان عليه لطلاوة وان أعلاه لمثمر، وان اسفله لمغدق۔''

ترجمہ: ''خدا کی قسم میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ایسا کلام پڑھتے سنا ہے کہ جو نہ تو انسانوں کا کلام ہوسکتا ہے اور نہ جنات کا، اس میں تو بڑی مٹھاس اور بڑا بانکپن اور دلکشی ہے، اس کا اوپری حصہ (یعنی ظاہری الفاظ) بڑا پھلدار (بڑا سامعہ نواز اور حسین) اور اس کا نچلا حصہ

بہت زیادہ پانی والا ہے (یعنی معانی اور مطالب کے لحاظ سے بہتر، دقیق اور گہرا ہے)۔"

اس اعتبار سے قرآن کریم کا بنیادی اعجاز اعجاز بیانی قرار پایا۔

قرآن کریم اعجاز بیانی کے ساتھ رُشد و ہدایت، علم وفکر، اخبار بالغیب، امم سابقہ کا تذکرہ، غلط تصورات اور معتقدات کی تصحیح، خلق انسان اور کائنات کے اسرار اور خدا کی مخلوقات کی خصوصیات، طبیعت انسانی کے رجحانات اور صلاحیتوں، اعمال انسانی کے نتائج اور اثرات اور اس طرح کے انسان کی زندگی کے مختلف شعبوں کے بارے میں رہنمائی کرنے والی کتاب ہے۔

ان مختلف اور متعدد خصوصیات کی وجہ سے قرآن کریم پر ہر دور میں اہل علم نے اپنے اپنے زاویوں سے کام کیا، ابتدائی دور بیان کا تھا، اس لئے کہ عربوں کا یہ امتیاز تھا، اس لئے قرآن کریم کے اعجاز بیانی پر زیادہ کام ہوا اور اس موضوع پر ایک کتب خانہ تیار ہوگیا اور اس کا سلسلہ اس عہد تک جاری ہے۔ اس سلسلہ میں ابن قتیبہؒ کی کتاب "تاویل مشکل القرآن "ابوالحسن اشعری (م:۳۲۴ھ) کی کتاب "مقالات الاسلامیین "، ابوالحسن خیاطؒ (م:۳۱۱ھ) کی کتاب "الانتصار "، ابوعبیدہؒ (م:۲۱۰ھ) کی کتاب "مجاز القرآن "، فراء (م:۲۰۷ھ) کی کتاب "معانی القرآن "، جاحظ (م:۲۵۵ھ) کی کتاب "نظم القرآن "ابوبکر عبداللہ سجستانی (م:۳۱۶) کی کتاب "نظم القرآن "، ابوعبداللہ محمد بن زید واسطی معتزلی (م:۳۰۶ھ) کی کتاب "اعجاز القرآن "، ابوبکر باقلانی (م:۳۰۴ھ) کی کتاب "اعجاز القرآن "، ابن عربی (م:۶۳۸ھ) کی "احکام القرآن "، ابوالحسن علی بن عیسیٰ رمانی (م:۳۸۴ھ) کی کتاب "النکت فی اعجاز القرآن "، ابوسلیمان محمد بن محمد خطابی (م:۳۸۸ھ) کی کتاب "بیان اعجاز القرآن " قاضی ابوالحسن عبدالجبار معتزلی (م:۴۱۵) کی کتاب "اعجاز القرآن "، عبدالقادر جرجانی کی کتاب "دلائل الاعجاز " اور "اسرار البلاغة " فخر الدین رازی کی کتاب "نہایة الایجاز فی درایة الاعجاز "، ابن ابی اصبع مصری کی کتاب "بدیع القرآن "، یحییٰ بن حمزہ علوی کی کتاب "الطراز فی اسرار البلاغة وعلوم حقائق الاعجاز "، برہان الدین بن عمر بقاعی (م:۸۸۵ھ) کی کتاب "نظم الدرر " جلال الدین سیوطی کی کتاب "الاتقان فی علوم القرآن " اور کتب تفاسیر میں جاراللہ زمخشری کی کتاب "کشاف " بیش قیمت سرمایہ ہے۔

زبان و ادب کے ماہرین ابن قتیبہ، نجمی، ابوعبداللہ مبرد نے کتاب اللہ کی زبان وبیان پر کتابیں لکھیں، "غریب القرآن، مشکلات القرآن، مجاز القرآن، نظام القرآن" پر مستقل کتابیں لکھی گئیں۔ احکام القرآن پر بھی متعدد کتابیں تصنیف کی گئیں۔ امم خالیہ کے قصوں پر قصص القرآن کے نام سے متعدد کتابیں لکھی گئیں۔

تفسیر پر جو کتابیں لکھی گئیں وہ صاحب تفسیر کے رجحان کے اعتبار سے ہیں اور ہر کتاب چاہے وہ متقدمین کی ہو یا متاخرین کی، زمانہ اور صاحب کتاب کی اپنی فہم اور ذوق کے اعتبار سے ہے اور ہر تفسیر اپنی ایک خصوصیت رکھتی ہے۔

اعراب القرآن پر متعدد کتابیں تصنیف کی گئیں، اس اعتبار سے قرآن کریم کا مطالعہ ایک مستقل موضوع ہر دور میں رہا ہے اور علمی، ادبی اور دینی حیثیت سے اہل علم کو اس موضوع سے ہمیشہ دلچسپی رہی ہے، اس طرح عربی کے علاوہ مسلمانوں کی دوسری زبانوں میں بھی قرآن کریم کے مختلف موضوعات اور خصوصیات کے اعتبار سے کتابیں تصنیف کی گئیں۔ فارسی اور اردو زبانوں کا عربی زبان کے بعد تیسرا حصہ ہے۔

قرآن کریم کے ترجمے بھی اسی تنوع کے ساتھ ہر دور میں ہوئے اور اس کا سلسلہ اب تک جاری ہے۔ ہندوستان میں فارسی اور علاقائی زبانوں میں ترجمے کئے گئے، اس دور میں یورپ کی مختلف زبانوں میں ترجمے کئے جارہے ہیں۔

یہ دور علمی ذوق کا ہے، اس میں بیان کو کم اہمیت دی جاتی ہے، اس لئے اس دور میں قرآن کریم کے اعجاز علمی پر متعدد اہل علم کے قلم سے کتابیں شائع ہوئیں اور مقبول ہورہی ہیں، کسی نے قرآن مجید کے تشریعی اور اعجاز پر قلم اٹھایا، کسی نے کائنات کے بارے میں قرآن کریم کے معجزانہ اسلوب پر بحث کی ہے، جیسے علامہ رشید رضا کی کتاب "الوحی المحمدی "، شیخ محمد ابوزہرہ کی کتاب "شرعیة القرآن دلیل علی انہ من اللہ سبحانہ وتعالیٰ " اور مالک بن نبی کی کتاب "الظاہرة القرآنیة " ہے اور یہ کتابیں ہدایت کا سبب بن رہی ہیں۔ لیکن اعجاز بیانی وہ اعجاز ہے جس کا قرآن کریم نے خود دعویٰ کیا ہے اور اس پر چیلنج کیا ہے، اس لئے اس کے ساتھ اعجاز بیانی پر بھی کام جاری ہے، مصطفیٰ صادق الرافعی کی کتاب "اعجاز القرآن "، شیخ محمد عبداللہ دراز کی کتاب "النبا العظیم "، سید قطب شہید کی کتاب "التصویر الفنی فی القرآن " اور "مشاہد القیامة فی القرآن "، محمد الحسناوی کی کتاب "الفاصلة فی القرآن " اور ڈاکٹر عائشہ عبدالرحمن بنت الشاطی کی کتاب "الاعجاز البیانی للقرآن " خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

بعض مصنفین نے قرآن کریم کی دونوں خصوصیات پر توجہ کی ہے اور انہوں نے قرآن کریم کے اسلوب بیان کی خصوصیات یہاں تک کہ صوتی آہنگ پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ سید قطب شہید نے اس پہلو پر اپنی کتاب "التصویر الفنی فی القرآن" میں تفصیل سے روشنی ڈالی ہے، اس پہلو پر کم لوگوں نے توجہ کی ہے کہ الفاظ اور معانی اور نظم کے علاوہ قرآن کریم کی آیات میں خاص طور سے بعض سورتوں میں صوتی اعجاز بھی پایا جاتا ہے، صرف اس کو سن کر لوگ اس کے کلام الٰہی ہونے کے قائل ہوئے ہیں اور اس کی متعدد مثالیں ملتی ہیں۔

قرآن کریم کے کسی موضوع یا اس کے کسی علمی اور فنی پہلو پر روشنی ڈالنا یہ سعادت کی بات رہی ہے اور دعوت وارشاد کا ایک موثر طریقہ بھی ہے، اس لئے صرف قرآن کریم سے متاثر ہوکر عہد قدیم میں بکثرت لوگ مشرف باسلام ہوئے اور اس دور میں بھی اس کی مثالیں سامنے آرہی ہیں۔

قرآن کریم کے علمی مواد سے یورپ کے دانشوروں کے متاثر ہونے کے واقعات اخبار میں شائع ہوتے رہتے ہیں مگر اس کی فنی جاذبیت اور کشش سے بھی متاثر ہونے کے واقعات سامنے آرہے ہیں۔

عرب جو براہ راست مخاطب تھے وہ عربی زبان کی تعبیر و بیان کے مختلف وجوہ سے واقف تھے، اس لئے وہ قرآن کریم کی چند آیات سنتے ہی اس کے کلام الٰہی ہونے کا اقرار کر لیتے تھے، چاہے وہ کتنے ہی مخالف ہوں۔

ترجمہ قرآن میں ان ساری چیزوں کا خیال رکھنا اور ان ساری خوبیوں کو باقی رکھنا مشکل ہے، اس دور میں یورپ کی مختلف زبانوں میں قرآن کریم کے ترجمہ ہورہے ہیں اور پڑھنے والے متاثر ہورہے ہیں، باوجود ان کمیوں اور دشواریوں کے۔

اس میں شک نہیں کہ قرآن مجید کے ترجمہ کا کام بڑا ہی نازک اور انتہائی خطرناک ہے، مترجم کی ثقافت اور دونوں زبانوں کے مزاج وخصوصیات سے واقفیت، عربی ماحول ومزاج، قرآن مجید کے زمانہ نزول کے حالات، پس منظر، عربی زبان کے علوم سے واقفیت اور ان میں مہارت اور عربی زبان کے مفہوم کو دوسری زبان میں منتقل کرنے کی صلاحیت کا ترجمہ پُراثر انداز ہونا لازمی ہے، اس لئے کہ عربی زبان دوسری زبانوں کے مقابلہ میں کئی اعتبار سے ممتاز اور منفرد ہے۔ عربی زبان میں ایک لفظ کے معنی موقع ومحل کے اعتبار سے بدل جاتے ہیں، اسی طرح صلات، ضمائر، فواصل، تقدیم وتاخیر، متکلم ومخاطب کے صیغوں کی تبدیلی اور سیاق وسباق سے معانی میں تبدیلی ہوجاتی ہے، مترجم کی قوت فہم و ادراک اور عربی زبان کے ذوق ہی نہیں، مزاج اور فکری رجحان سے بھی تراجم میں فرق پڑ جاتا ہے۔

جو شخص بھی مختلف تراجم کا جائزہ لے گا اور ان کا موازنہ کرے گا تو اس کے سامنے یہ حقیقت واضح ہوکر آجائے گی کہ قرآن کے معانی کا پوری طرح کسی دوسری زبان میں منتقل کرنا کسی صورت میں بھی ممکن نہیں ہے، بہت سے مصنفین نے قرآن مجید کی بلاغت، فصاحت، اعجاز اور مشکل قرآنی الفاظ کے حل پر رہنما کتابیں لکھی ہیں اور یہ بتایا ہے کہ کس طرح قرآنی الفاظ کے اصل مفہوم تک رسائی ہوسکتی ہے اور یہ اعتراف کیا ہے کہ قرآن مجید نے جس لفظی اور معنوی رعایتوں کا لحاظ رکھا ہے اور جو باریکیاں اور قوت وتاثیر ان کے اندر پنہاں ہیں ان تمام باریکیوں اور ظاہری ومعنوی محاسن اور فنی اور ادبی خوبیوں کا دوسری زبان میں لحاظ رکھنا دونوں زبانوں میں ماہر ادیبوں کے لئے بھی مشکل ہوجاتا ہے چہ جائیکہ ان لوگوں کے لئے جو عربی زبان سے بہت کم واقفیت رکھتے ہوں اور ان کی ثقافت بھی محدود ہو۔

علامہ سیوطیؒ نے مفسر قرآن کریم کے لئے پندرہ علوم پر مہارت ضروری بتلائی ہے، وہ لکھتے ہیں:

"يجوز تفسيره لمن كان جامعاً للعلوم التي يحتاج اليها المفسر و هي خمسة عشر: اللغة والنحو، والتصريف، والاشتقاق، والمعاني، والبيان، والبديع، والقراءة، وأصول الدين واصول الفقه، والأحاديث المبينة لتفسير المجمل والمبهم، وعلم الموهبة وهو علم يورثه الله لمن عمل بما علم، وإليه الاشارة بحديث: من عمل بما علم يورثه الله علم مالم يعلم."

(مشکلات القرآن از علامہ سید انور شاہ کشمیریؒ)

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ نے بھی مفسر اور مترجم قرآن کریم کے لئے پندرہ علوم پر مہارت ضروری بتلائی ہے، وہ لکھتے ہیں:

"مفسر اور مترجم قرآن کریم کے لئے پندرہ علوم پر مہارت حاصل کرنا ضروری ہے: (۱) لغت جس سے کلام پاک کے مفرد الفاظ کے معنی معلوم ہوجاویں، (۲) نحو کا جاننا ضروری ہے، اس لئے اعراب کے تغیر وتبدل سے معنی بالکل بدل جاتے ہیں اور اعراب کی معرفت نحو پر موقوف ہے، (۳) صرف کا جاننا ضروری ہے، اس لئے کہ بنا اور صیغوں کے اختلاف سے معانی بالکل مختلف ہوجاتے ہیں۔ ابن فارس کہتے ہیں کہ جس شخص سے علم صرف فوت ہوگیا، اس سے بہت کچھ فوت ہوگیا،

(۴) اشتقاق کا جاننا ضروری ہے، (۵) علم معانی کا جاننا ضروری ہے، (۶) علم بیان کا جاننا ضروری ہے، (۷) علم بدیع کا جاننا ضروری ہے، (یہ تینوں فن، علم بلاغت کہلاتے ہیں)، (۸) علم قرأت کا بھی جاننا ضروری ہے، (۹) علم عقائد کا بھی جاننا ضروری ہے، (۱۰) اصول فقہ معلوم ہونا ضروری ہے، (۱۱) اسباب نزول کا معلوم ہونا ضروری ہے، (۱۲) ناسخ ومنسوخ کا معلوم ہونا بھی ضروری ہے، (۱۳) علم فقہ کا معلوم ہونا بھی ضروری ہے، (۱۴) ان احادیث کا جاننا ضروری ہے جو قرآن پاک کی مجمل آیات کی تفسیر واقع ہوئی ہیں، (۱۵) ان سب کے بعد پندرھواں وہ علم وہبی ہے جو حق سبحانہ وتقدس کا عطیۂ خاص ہے، اپنے مخصوص بندوں کو عطا فرماتا ہے جس کی طرف اس حدیث شریف میں اشارہ ہے: ''من عمل بما علم ورثہ اللّٰہ علم مالم یعلم '' (جب بندہ اس چیز پر عمل کرتا ہے جس کو جانتا ہے تو حق تعالیٰ شانہ ایسی چیزوں کا علم عطا فرماتے ہیں جن کو وہ نہیں جانتا)۔''

(فضائل قرآن، ص:۱۵)

قرآن کریم کے ترجمہ کی ایسے بہت سے لوگوں نے کوشش کی، جن کے اندر اس غیر معمولی اور عظیم خدمت سے عہدہ برآ ہونے کی صلاحیت نہ تھی، علماء نے قرآن مجید کے معانی کو دوسری زبانوں میں منتقل کرنے کی جو بہت سی شرائط رکھی ہیں افسوس ہے کہ بہت سے مترجمین نے ان کا لحاظ نہیں رکھا، جب کہ علماء سلف اس معاملہ میں انتہائی ذکی الحس واقع ہوئے تھے، وہ اس بارے میں اتنے محتاط تھے کہ قرآنی الفاظ کی شرح میں بھی ان کو تردد ہوتا تھا۔ علامہ اصمعی جیسے امام ادب قرآنی لفظ ''الخبز'' کے معنی اس لئے نہیں بتاتے کہ معلوم نہیں اس سے کیا مراد ہے؟ عصر حاضر کے سب سے بڑے ادیب مولانا عبدالماجد دریا آبادی جن کا ترجمۂ قرآن (انگریزی اور اردو) بہت مقبول ہوا اور انہوں نے اس کی کوشش کی کہ قرآن کریم کے اعجاز کے مختلف پہلوؤں کو ادا کیا جاسکے، انہوں نے اس کا اعتراف کیا ہے کہ قرآنی الفاظ اور تعبیرات کو دوسری زبان میں منتقل کرنے میں بہت سی دشواریاں ہیں، وہ لکھتے ہیں:

''کتاب کسی بھی زبان کی ہو اگر ادبی اعتبار سے بلند اور معنوی لحاظ سے عظیم ہے تو اسے کسی دوسری زبان میں منتقل کرنا آسان نہیں ہے، ہر صاحب قلم کے لئے کٹھن بلکہ کہنا چاہئے کہ صبر آزما ہے۔ ہر زبان کی ساخت الگ ہوتی ہے، ترکیبیں جداگانہ، نشست الفاظ کی ایک ہیئت مخصوص، صرف ونحو کے قاعدوں اور ضابطوں کی ایک وضع خصوصی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ہر لفظ اپنی زبان میں جو مخفی مدلولات اور مخفی اشارات وکنایات رکھتا ہے انہیں زبان ترجمہ کے کسی لفظ میں بعینہٖ کیونکر لایا جاسکتا ہے؟ ترجمہ میں اگر پابندی زبان ترجمہ کے طور طریقوں، ترکیبوں، بندشوں، محاوروں اور روز مرہ کی رکھئے تو یہ اپنانا ہوا، ترجمہ کرنا نہ ہوا، زیادہ سے زیادہ اسے ترجمانی کہہ لیجئے اور کہیں التزام اصل لفظ کی جگہ لفظ رکھ دینے کا کرلیا اور تکیہ تمام تر لغت وفرہنگ کی کتابوں پر رکھا تو عبارت ایسی سپاٹ اور بے رنگ وبے کیف بن جائے گی کہ خود اپنی طبیعت بدحظ ہوکر رہے گی اور جی اس کے پڑھنے پڑھانے میں نہ لگے گا۔''

پھر ایک بڑی دقت ان الفاظ قرآنی سے پیدا ہوگئی ہے جو اردو میں چل گئے ہیں بلکہ ہماری زبان میں گھل مل گئے ہیں۔ یہ چیز تو بظاہر بڑی آسانی پیدا کرنے والی ہے اور نو آمیز مترجم اس دھوکا میں پڑ جاتا ہے کہ ان کے ترجمہ کی ضرورت ہی کیا، یہ تو خود اردو بن گئے ہیں، لیکن حقیقت حال اس کے بالکل برعکس ہے، یہ لفظ اردو میں آ تو بے شک گئے ہیں لیکن اپنے مفہوم قرآنی سے الگ ہوکر، مترجم نے اگر انہیں کہیں اسی طرح اردو میں منتقل کردیا تو نادانستہ اور غیر شعوری طور پر مفہوم قرآنی سے بہت دور جا پڑے گا۔ اشتراک صوری کے باوجود اختلاف معنوی کی ممکن صورتیں تین ہیں اور تینوں ہی ترجمۂ قرآن کے سلسلہ میں بکثرت پائی جاتی ہیں:

۱:... زیادہ تر تو ایسا ہے کہ قرآن مجید نے ایک لفظ وسیع وعمومی معنی میں استعمال کیا ہے۔ لیکن بعد کو عربی میں اس کا ایک محدود اور متعین اصطلاحی مفہوم قائم ہوگیا اور اردو میں منتقل ہوکر اس کا وہی آخری مفہوم آیا۔ اس کی ایک روشن مثال لفظ ''قتل'' ہے۔ قرآن کریم نے اسے لغوی وسیع عمومی مفہوم میں لیا ہے، یعنی جان لینے یا مطلق ہلاک کرنے کے معنی میں، بعد کو یہی لفظ اصطلاح فقہی بن گیا اور اب اس کے معنی ''کسی دھار دار آلہ سے ہلاک کرنے'' تک محدود ہوگئے اور اردو میں رائج یہی محدود، اصطلاحی مفہوم ہوگیا، ایسے الفاظ کی مثالیں کثرت سے ملیں گی۔

رب، جہاد، ظلم، وثوق، شراب، آیت، خیر، زکوٰۃ، فضل، دین، عرش، سماء، جاہل، نسل، مکر، کید، اجل، مجاہدین، شیطان، جنت وغیرہا پچاسوں قرآنی لفظ اس قبیل کے ہیں کہ انہیں ہر جگہ اردو ترجمہ میں منتقل کردینا فہم قرآنی پر شدید ظلم کرنا ہوگا۔

۲:... کہیں صورت حال اس سے مختلف ہے یعنی قرآن میں متجانس کیفیات یا مماثل اشیاء کے لئے الفاظ کئی کئی آئے ہیں مگر اردو میں ان کے ادا کرنے کو لفظ بس ایک ہی دو موجود ہیں، جیسے اردو میں

ایک لفظ ''سانپ'' ہے، قرآن مجید اس کے لئے تین تین لفظ تھوڑے تھوڑے سے فرق کے اظہار کے لئے لایا ہے: کہیں ''حیۃ'' کہیں ''جان'' کہیں ''ثعبان'' یا اردو لفظ ''اونٹ'' ہے، قرآن مجید تین تین لفظ لایا ہے، کہیں ''بعیر'' کہیں ''جمل'' کہیں ''اھل''۔ عربی زبان خصوصاً قرآنی زبان کی وسعتوں کا کہنا ہی کیا؟ دن رات کے مختلف اوقات کے لئے اردو میں مستعمل لفظ صرف چار ہیں، صبح، شام، دوپہر، سہ پہر، قرآن مجید نے اوقات شب و روز کے لئے کم سے کم دس لفظ اختیار کئے ہیں: بکرۃ، اصیل، ضحی، غسق، فجر، صبح، غدو، عشیۃ، ظھیرۃ، عصر، اب اتنے لفظوں کے ٹھیک مقابل اردو لفظ کہاں سے لائے جائیں؟

اسی طرح اردو میں ایک لفظ ''ڈرنا'' یا اس کا متعدی ''ڈرانا'' آتا ہے۔ قرآن مجید نے اس کے لئے سات سات مادوں سے کام لیا ہے، خوف، خشیت، وجل، تقوی، عذر، اشفاق، رھبۃ۔ ایک اور مفہوم ہے جس کے لئے اردو میں ''جماعت'' یا ''گروہ'' ہی سے کام چلانا پڑتا ہے۔ قرآن مجید نے اسے سات سات طریقوں سے تعبیر کیا ہے: فئۃ، طائفہ، حزب، نفر، عصبۃ، فریق، فرقۃ۔ اسی طرح اردو کے ایک لفظ ''چھپانے'' کے لئے قرآن مجید میں کئی لفظ ل جاتے ہیں، کہیں تخفون، کہیں تسرون، کہیں تسترون، کہیں تکتمون۔ ایسے ہی اس کے مقابل مفہوم کے لئے اردو میں کام صرف کھونے یا ظاہر کرنے سے چلایا جاتا ہے، لیکن قرآن مجید میں اس کے لئے کہیں ''تبدون'' ہے، کہیں ''تخرجون'' کہیں ''تعلنون'' کہیں ''تجھرون'' علیٰ ھذا۔ قرآن کے الخالق اور البارئ اور الفاطر اور البدیع گو متقارب المعنی ہیں پھر بھی چار مستقل مفہوموں کو بیان کرنے والے ہیں، اردو میں ان کے الگ الگ مترادفات مشکل ہی سے مل سکیں گے۔

۳:... ان دونوں صورتوں یعنی کہیں تحدید و تخصیص اور کہیں تعمیم و توسیع کے علاوہ ایک تیسری صورت یہ بھی ہے:

الف:... یا تو قرآنی لفظ نے اردو میں آ کر ایک دوسرے معنی اختیار کر لئے ہیں۔

ب:... یا اس نے دو مشہور قرآنی مفہوموں کے بجائے صرف ایک ہی مفہوم اردو میں قبول کیا ہے اور ایسے لفظ دو چار نہیں، کثرت سے ملیں گے، مثلاً یہ الفاظ یا ان کے مشتقات:

وسیلہ، محراب، فوج، ذرۃ، غلام، مشفق، تاجع، غصہ، غرور، عارض، اعتبار، تاویل، کشف، فتح، ارث، بلا، قاصد، فتنہ، فلک، عام، سیارہ، ذکر، حظ، بری، اسباب، نہر، اعلام، مجنون، شہید، رقیب، قہر، عورۃ، ممنون، صاحب، تکلیف اور ظاہر ہے کہ یہ تینوں فہرستیں محض نمونے کے طور پر درج ہوئیں، احاطہ و استقصاء مقصود نہیں۔''

(مقدمہ تفسیر ماجدی، ج:اول، ص:۱۱،۱۲)

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے اپنی کتاب ''مطالعۂ قرآن کے اصول و مبادی'' میں ترجمۂ قرآن کی دشواریوں کا تذکرہ کرتے ہوئے مستشرقین کا ذکر کیا ہے کہ وہ نہ عربی زبان و ثقافت سے واقف تھے اور نہ ہی اسلامی ماحول اور تہذیب سے ان کی شناسائی تھی، ایسے لوگوں نے قرآن کی غلط ترجمانی کی۔ اسی طرح بعض علماء جو اگرچہ مسلمانوں میں ایک مقام رکھتے تھے لیکن قرآن مجید کے ترجمہ میں جس ادبی ذوق اور عربی زبان سے جس گہری واقفیت اور تعبیر پر جس غیر معمولی قدرت کی ضرورت ہوتی ہے وہ چونکہ اس سے یکسر خالی تھے، اس لئے ان کے تراجم سے بہت سے مغالطے اور غلط فہمیاں پیدا ہوئیں۔ حضرت مولانا علی میاںؒ لکھتے ہیں:

''قرآن مجید صرف اپنے الفاظ و ترکیب اور فصاحت و بلاغت ہی کے اعتبار سے معجزہ نہیں ہے بلکہ وہ اپنے الفاظ اور ترکیب میں بھی معجزہ ہے، اپنے معانی و مضامین میں بھی، اپنے اعلیٰ علوم و معارف میں بھی، معلومات غیبی اور حقائق ابدی میں بھی، اپنے پیش کی ہوئی مذہبی و اخلاقی و معاشرتی اور مدنی تعلیمات میں بھی، اپنے اثرات و انقلابات میں بھی، اپنی پیشگوئیوں اور اخبار میں بھی معجزہ ہے۔ مگر جب صرف الفاظ میں جو اس کے اعجاز کامل کا صرف ایک پہلو اور گوشہ ہے کوئی مقابلہ نہیں ہو سکا تو اس کے اعجاز کامل میں کیا مماثلت ہو سکتی ہے؟''

حضرت مولانا مرحوم نے یہ بھی لکھا ہے:

''قرآن مجید میں جدید علمی (سائنٹفک) حقائق کو تلاش کرنے اور ایک طرف اس کے بعض اشارات اور اجمالی بیانات اور دوسری طرف جدید تحقیقات و اکتشافات میں تطبیق (جس کی سب سے بڑے پیمانہ پر کوشش اس صدی میں علامہ طنطاوی جوہری مصری نے اپنی مشہور تفسیر ''جواہر القرآن'' میں کی ہے) بڑا نازک اور کسی حد تک پُرخطر کام ہے، اس لئے کہ اس کا قوی امکان ہے (اور علم و تحقیق کی تاریخ میں اس کا کئی بار تجربہ ہو چکا ہے) کہ علم و تحقیق کے یہ نتائج جو اس وقت بالکل بدیہی اور ثابت شدہ حقائق سمجھے جا رہے ہیں، بالکل بدل جائیں یا ان کا ثبوت و قطعیت مجروح و مشکوک ہو جائے۔ نیز اس علمی کاوش میں (جس کی نیک نیتی اور کسی قدر افادیت میں شک نہیں کیا جا سکتا) قرآن کے اصل موضوع و مقصد سے دوری اور جدید علم و تحقیق سے مرعوبیت کا شائبہ بھی پایا جاتا ہے۔''

(بشکریہ پندرہ روزہ ''تعمیر حیات'' لکھنؤ، ۲۵؍اکتوبر ۲۰۱۵ء)

طالب علمی کے آداب

حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کے واقعے کی روشنی میں

عبدالرشید ندوی

قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے جو واقعات ذکر فرمائے ہیں، ان کا مقصد موعظت وعبرت حاصل کرنا ہے، جیسا کہ سورۂ یوسف کے آخر میں فرمایا گیا:

''لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ'' (یوسف:۱۱۱)

ترجمہ: ''ان کے واقعہ میں عقلمندوں کے لئے نصیحت وعبرت ہے۔''

ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے واقعات بیان فرمانے کی حکمت کی طرف اشارہ فرمایا:

''وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنبَاءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهِ فُؤَادَكَ وَجَاءَكَ فِي هَٰذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَذِكْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ۔'' (ھود:۱۲۰)

ترجمہ: ''انبیاء علیہم السلام کے ہر طرح کے واقعات ہم آپ کو سناتے ہیں جن کے ذریعہ ہم آپ کے دل کو پختگی واستحکام عطا کرتے ہیں اور ان واقعات میں آپ کے پاس حق آ گیا ہے اور ان میں مومنوں کے لئے تذکیر ونصیحت کا سامان ہے۔''

قرآن مجید کے ان واقعات میں سے ایک اہم واقعہ حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما الصلوٰۃ والسلام کا ہے جو اپنے اندر مختلف ناحیوں سے اہم دروس رکھتا ہے۔ ذیل میں ہم اس واقعہ سے طلب علم کی راہ میں مومن کو کیا رہنمائی حاصل ہوتی ہے، اس سلسلہ میں غور کریں گے۔

واقعہ کا اجمالی بیان:

ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل میں وعظ فرما رہے تھے، کسی نے پوچھا: سب سے زیادہ عالم کون ہے؟ آپ نے فرمایا: میں! یہ بات خدا کو ناپسند ہوئی کیونکہ علم کو اللہ کی طرف محول کیوں نہیں کیا۔ تب خداتعالیٰ نے ان کو حکم دیا کہ مجمع البحرین کے موقع پر تم کو ہمارا ایک بندہ ملے گا جو تم سے بھی زیادہ عالم ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ ان تک پہنچنے کی کیا صورت ہے؟ فرمایا: اپنے تھیلے میں ایک تلی ہوئی مچھلی رکھ لو پھر جہاں وہ مچھلی گم ہو جاوے وہ شخص وہیں ملیں گے۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام مچھلی تھیلے میں ڈال کر یوشع بن نون علیہ السلام کو ہمراہ لے کر چلے، چلتے چلتے ایک موقع پر (سمندر کے کنارے) پہنچے تو ایک پتھر پر سر رکھ کر سو گئے، مچھلی اس تھیلے میں تڑپ کر دریا میں جا گری اور جہاں تک وہ جاتی تھی پانی میں ایک سوراخ سا ہوتا جاتا تھا، حکم الٰہی سے پانی ادھر ادھر سے ملنے نہیں پایا تھا، پھر بیدار ہوئے تو یوشع کو یاد دلانا یاد نہ رہا کہ اس موقع پر مچھلی گم ہو گئی ہے، اس کے بعد رات دن تک چلتے رہے، یہاں تک کہ جب اگلے روز صبح کا وقت آیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے جوان یعنی مرید یوشع سے کھانا مانگا، اس سے پہلے منزلوں میں موسیٰ علیہ السلام نہ تھکے تھے، لیکن اس منزل میں تھک گئے جو مقام مطلوب کو چھوڑ کر چلے تھے، مچھلی کو دیکھا تو ندارد، یوشع نے عذر کیا کہ کمبخت شیطان نے مجھے یاد دلانا بھلا دیا، یہ اس پتھر کے پاس گم ہو گئی تھی۔ تب دونوں الٹے پھرے اور اس پتھر کے پاس آئے تو موسیٰ علیہ السلام کو دو صاحب ملے جن کو علم لدنی دیا گیا تھا، موسیٰ علیہ السلام نے السلام علیکم کہا، انہوں نے جواب دے کر پوچھا: کون ہو؟ کہا: موسیٰ بنی اسرائیل، اس لئے آیا ہوں کہ آپ سے کچھ علم لدنی سیکھوں۔ خضر علیہ السلام نے فرمایا: اے موسیٰ! تجھ کو خدا نے جو علم دیا ہے اس کو میں نہیں جانتا اور جو علم مجھے عطا ہوا ہے اس کو تو نہیں جانتا، تم میرے ساتھ نہیں رہ سکو گے۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا: ان شاء اللہ! میں برداشت کروں گا اور کسی بات میں آپ سے خلاف نہ کروں گا۔ پھر تمام قصہ مروی ہے کہ دریا میں ان کو ایک کشتی ملی، اس پر سوار ہوئے تو خضر علیہ السلام نے ایک تختہ نکال دیا، موسیٰ علیہ السلام نے کہا: واہ! بغیر کرایہ سوار کیا، اس پر آپ نے یہ سلوک کیا؟ خضر علیہ السلام نے کہا: لو رخصت! موسیٰ علیہ السلام نے عذر کیا کہ بھول کر سوال کیا، آئندہ ایسا نہ ہوگا۔ بس کشتی سے نکل کر باہر آئے تو ایک لڑکا ملا جو لڑکوں میں کھیل رہا تھا، خضر علیہ السلام نے اس کو مار ڈالا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اس بے گناہ کو تم نے ناحق قتل کیا، یہ بُری بات ہے۔ خضر علیہ السلام نے اب کی بار نہایت برہم ہو کر کہا: میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ تم ہرگز میرے ساتھ نہ رہ سکو گے۔ اس لئے ''الم اقل'' کے بعد تاکید کے لئے ''لک'' لام و کاف زیادہ کیا، پھر موسیٰ علیہ السلام نے عذر کیا اور شرط کر لی کہ اگر اب کے پوچھوں تو اپنے ساتھ نہ رکھنا۔ آگے چلے تو ایک گاؤں میں پہنچے، ہر چند انہوں نے دستور کے موافق گاؤں والوں سے کھانا مانگا، ضیافت چاہی، مگر انہوں نے صاف جواب دے دیا۔ اسی گاؤں میں ایک دیوار تھی جو گرا ہی چاہتی تھی، خضر

علیہ السلام نے اس کو سیدھا کر دیا، اب تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تاب نہ رہی اور خود جان کر سوال کیا کیونکہ ان کے پاس رہنا مقصود نہ تھا، کہہ اٹھے کہ ان سے اس دیوار کے سیدھا کرنے کی اجرت لے لینی چاہئے تھی، انہوں نے ہمارا حق مہمانی بھی ادا نہیں کیا۔ خضر علیہ السلام نے کہا: لو اب مجھ میں اور تم میں جدائی ہے مگر میں تم کو ان تینوں باتوں کا راز بتلائے دیتا ہوں کہ جن پر تم سے صبر نہ ہو سکا۔

کشتی کی سنئے! وہ بیچارے غریبوں کی تھی جو اس کے ذریعہ سے محنت مزدوری کر کے بسر اوقات کرتے تھے اور آگے ایک بادشاہ بیگار میں زبردستی کشتیاں پکڑ رہا تھا، میں نے اس کا تختہ نکال کر عیب دار کر دیا تا کہ بادشاہ اس کو نہ پکڑے، چنانچہ اس نے نہ پکڑا اور تختہ لگا کر کشتی کو انہوں نے درست کر لیا، اب بتلائیے یہ کام اچھا تھا یا بُرا؟

اور وہ جو لڑکا تھا، وہ نہایت شریر اور سرکش تھا، اس کے ماں باپ نیک تھے، خوف تھا کہ اس کی محبت میں آ کر وہ بھی کفر و سرکشی میں مبتلا نہ ہو جاویں، اس لئے خدا کو منظور ہوا کہ یہ مر جاوے اور اس کے بدلے ان کو اولاد ملے جو: ''خیراً منہ زکوۃ''... تقویٰ وصلاح میں اس سے بہتر ہو' اور ''اقرب رحماً''... جو صلہ رحمی اور ماں باپ کے ساتھ سلوک کرنے میں بھی اس سے بہتر ہو... چنانچہ اس کے بعد ان کے یہاں ایک لڑکی پیدا ہوئی جو نہایت نیک تھی جس کے پیٹ سے ایک نبی پیدا ہوا۔

حضرت حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ وہ جوان تھا لیکن نو عمر ہونے کی وجہ سے اس کو لڑکا کہا اور چونکہ خوبصورت تھا، اس لئے اس کو ستھرا کہا۔ کلبی کہتے ہیں وہ جوان تھا، راہزنی کر کے مال اپنے ماں باپ کے پاس لاتا تھا۔ ضحاکؒ کہتے ہیں لڑکا تھا مگر فساد کیا کرتا تھا، جس سے اس کے والدین کو ایذا ہوتی تھی۔ (معالم التنزیل)

کہو اس میں ارادہ الٰہی کے بموجب کیا برائی ہے؟

اب رہی دیوار، وہ دو یتیم لڑکوں کی تھی، جس کے نیچے ان کا خزانہ مدفون تھا اور ان کا باپ نیک مرد تھا جس کی برکت سے خدا کو اس کی اولاد کے ساتھ احسان کرنا منظور تھا کہ جوان ہو کر وہ اپنا خزانہ نکالیں، اگر اس دیوار کو درست نہ کیا جاتا اور یہ گر پڑتی، لوگ خزانہ لے لیتے، اس لئے اس کو درست کر دیا کہ ان کی جوانی تک نہ گرے۔ کہئے کیا اس پر اُجرت لینی مناسب تھی؟

اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت خضر علیہ السلام سے جدا ہو کر پھر بنی اسرائیل میں آ گئے لیکن معلوم ہو گیا کہ دنیا میں خدا کے بندے مجھ سے بھی زیادہ عالم ہیں۔

واقعہ کی تلخیص معمولی ترمیم کے ساتھ تفسیر حقانی سے ماخوذ ہے۔ اب آیات کریمہ کی روشنی میں واقعہ سے مستنبط فوائد و نکات ملاحظہ فرمائیں۔

''وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِفَتَاهُ لَا أَبْرَحُ حَتَّىٰ أَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ أَوْ أَمْضِيَ حُقُبًا'' (الکہف:۶۰)

ترجمہ: ''وہ موقع قابل ذکر ہے جب کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خادم (یوشع) سے کہا کہ میں برابر سفر کرتا رہوں گا خواہ کتنا لمبا زمانہ سفر میں گزار دوں حتی کہ مجمع البحرین تک پہنچ جاؤں۔''

علمی شوق و ولولے، عالم و فاضل سے ملاقات کی آرزو و تمنا، علم کے لئے لمبے سے لمبا سفر کرنے اور بڑی سے بڑی قربانی دینے کا ارادہ، راہِ علم میں عزم و ہمت، صبر و استقلال، جفاکشی و مردانگی جیسے اوصاف کا جو اظہار اس آیت کریمہ کے ایک ایک لفظ سے ہو رہا ہے وہ عربی زبان کا ذوق رکھنے والے کسی عالم سے مخفی نہیں ہے۔ امام قرطبیؒ نے اس آیت کے ذیل میں فرمایا:

ترجمہ: ''اس آیت سے یہ رہنمائی حاصل ہوئی ہے کہ علم میں زیادتی کے لئے عالم کو سفر کرنا چاہئے اور اس راہ میں وہ اپنے خادم و رفیق کی مدد بھی لے سکتا ہے، اسی طرح اہل علم و فضل حضرات سے ملاقات کو غنیمت جاننا چاہئے خواہ ان کے دیار کتنی ہی دور ہوں، سلف صالحین کا یہی شیوہ رہا ہے، اس لئے وہ بڑے مقام پر پہنچے اور عظیم کامیابی سے ہمکنار ہوئے، علوم و معارف میں ان کا پایہ بلند ہوا، نیک نامی، فضل و کمال اور اجر و ثواب کے اعلیٰ درجے ان کو حاصل ہوئے۔ امام بخاریؒ نے اپنی صحیح بخاری میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے واقعہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ انہوں نے ایک حدیث سننے کے لئے مدینہ سے شام کا سفر کیا، جس کے لئے باقاعدہ سواری کا نظم کیا اور ایک ماہ کا سفر طے کر کے حضرت عبداللہ بن انیس سے حدیث سنی۔''

امام رازیؒ نے تفسیر کبیر میں کیا خوب فرمایا:

ترجمہ: ''موسیٰ علیہ السلام نے اس قول سے راہِ علم میں عظیم صبر و عزیمت کا اظہار فرمایا ہے، جس سے اس بات پر تنبیہ ہوتی ہے کہ اگر طالب علم ایک مسئلہ کو سیکھنے کے لئے مشرق سے مغرب کا سفر کرے تو وہ اس بات کا سزاوار ہے۔''

''فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتَاهُ آتِنَا غَدَاءَنَا لَقَدْ لَقِينَا مِن سَفَرِنَا هَٰذَا نَصَبًا'' (الکہف:۶۲)

ترجمہ: ''جب موسیٰ علیہ السلام اور ان کے غلام مطلوبہ مقام سے آگے بڑھے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: دوپہر کا کھانا لاؤ کیونکہ ہمیں اس سفر میں بڑی تھکاوٹ کا سامنا ہوا ہے۔''

امام قشیریؒ نے فرمایا:

''موسیٰ اس سفر میں مشقتوں کو تحمل کرنے والے ہیں کیونکہ ان کا یہ سفر ادب و تربیت اور صبر و تحمل کا تھا، اس لئے کہ وہ علم میں اضافے کے لئے گئے تھے اور طلب علم کی حالت تربیت کی حالت ہوتی ہے اور حصول علم کا زمانہ مشقتوں و تکلیفوں کو جھیلنے کا زمانہ ہوتا ہے، اس لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھوک اور تعب کا احساس ہوا۔''

''فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَا آتَيْنَاهُ رَحْمَةً مِّنْ عِندِنَا وَعَلَّمْنَاهُ مِن لَّدُنَّا عِلْمًا ○ قَالَ لَهُ مُوسَىٰ هَلْ أَتَّبِعُكَ عَلَىٰ أَن تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا۔''

(الکہف:۶۵،۶۶)

ترجمہ: ''پھر ان کی ہمارے بندوں میں سے ایک بندے سے ملاقات ہوئی جن کو ہم نے اپنی جانب سے رحمت عطا فرمائی تھی اور اپنے دربار سے ان کو علم سکھایا تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا: کیا میں آپ کی تابعداری میں رہ سکتا ہوں، مطلوب و مقصود یہ ہے کہ آپ مجھے ہدایت کی باتیں سکھادیں، ان علوم میں سے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو سکھائے ہیں۔''

امام رازیؒ نے اس جملہ سے کئی نکتوں کا استنباط فرمایا ہے جن سے طالب علم کے آداب مترشح ہوتے ہیں۔

ان کا خلاصہ یہ ہے کہ: (۱) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس جملہ میں اپنے معلم حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ غایت درجہ کا ادب اور انتہائی تواضع ملحوظ رکھی ہے، مثلاً اپنے آپ کو تابع و خادم اور خضر علیہ السلام کو متبوع و مخدوم قرار دیا، (۲) نیز اس متابعت و صحبت کے لئے بھی بڑے نرم لہجے میں اجازت طلب کی "علی ان تعلمنی" میں اپنے لئے جہل کا اقرار اور خضر علیہ السلام کے لئے علم و معرفت کا اعتراف ہے۔ (۳) "مما علمت" سے یہ واضح ہو رہا ہے کہ آپ کو تو علم کا عظیم خزانہ حاصل ہوا ہے، مجھے اس کا ادنیٰ حصہ ہی عنایت فرمادیجئے۔ (۴) "رشداً" "تعلمنی" کا مفعول ہے یعنی آپ مجھے ہدایت والا علم سکھادیجئے اور میری رہبری فرمادیجئے جس کے بغیر منزل نہیں ملتی اور انسان ضلالت و گمراہی کا شکار ہو جاتا ہے۔ (تفسیر کبیر)

اس سے یہ بھی اخذ کیا جاسکتا ہے کہ علم سے مقصود رشد و ہدایت حاصل کرنا ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کا قرب نصیب ہو، اس کی خوشنودی سے بہرہ ور ہو کر منزل مقصود حاصل کر سکے نہ کہ جاہ و مال، منصب و شہرت اور فخر و غرور۔

''قَالَ إِنَّكَ لَن تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا ○ وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلَىٰ مَا لَمْ تُحِطْ بِهِ خُبْرًا ○ قَالَ سَتَجِدُنِي إِن شَاءَ اللَّهُ صَابِرًا وَلَا أَعْصِي لَكَ أَمْرًا ○۔''

(الکہف:۶۷،۶۹)

ترجمہ: ''حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا: تم میرے ساتھ صبر نہیں کر پاؤ گے اور تم کیسے ان باتوں پر صبر کرو گے جن کا علم تم کو نہیں ہوا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: آپ ان شاء اللہ! مجھے صبر کرنے والا پائیں گے اور میں آپ کے کسی حکم کی نافرمانی نہیں کروں گا۔''

اس میں حضرت خضر کا شدت آمیز انداز اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اس کو بخوشی گوارا کرنا اور مکمل صبر و ثابت قدمی اور کامل طاعت و اذعان کا وعدہ کرنا اور حضرت خضر علیہ السلام کی تمام شرائط کو دل سے قبول کرلینا اپنے اندر طلبا کے لئے بیش بہا ہدایات اور عظیم سبق رکھتا ہے اور اس کے ذریعہ طالب علم کا مکمل آئیڈیل اور شاندار نمونہ ہمارے سامنے آجاتا ہے اور استاذ و شاگرد کے تعلقات کو سمجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ پھر جب حضرت خضر علیہ السلام نے کشتی توڑی اور موسیٰ علیہ السلام نے اعتراض کیا تو حضرت خضر علیہ السلام نے انہیں اپنی شرط یاد دلائی اور تنبیہ فرمائی، اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: ''لا تؤاخذني بما نسيت ولا ترهقني من امري عسراً''، یعنی پہلی غلطی اور بھول پر میرا مواخذہ نہ فرمایئے اور مجھے درگزر کر دیجئے، اس سے یہ بات سمجھی جاسکتی ہے کہ طالب علم کو اپنی غلطی کی فوراً معافی مانگ لینا چاہئے اور اصرار و عناد سے گریز کرنا چاہئے۔ اس کے بعد حضرت خضر علیہ السلام نے دوبارہ اشکال کیا تو حضرت خضر علیہ السلام نے انہیں دوبارہ اپنی شرط یاد دلائی؛ اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: ''ان سألتك عن شيئ بعدها فلا تصاحبني قد بلغت من لدني عذراً''، یعنی اس کے بعد اگر میں آپ سے کوئی سوال کروں اور اعتراض کروں تو آپ مجھے اپنی صحبت سے الگ کر دینا کیونکہ آپ اب معذور ہیں، دوبار معاف کر چکے ہیں، تیسری بار میں مجھے اپنی صحبت سے محروم کرنے کا آپ کو پورا حق ہوگا اور میرا کوئی عذر قابل قبول نہیں ہوگا۔ ابن عباسؓ کی حدیث میں اس موقع پر وارد ہوا ہے کہ: ''اخذته من صاحبه'' ذمامة واستحيا ''یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دوسری بار حضرت خضر علیہ السلام سے معذرت کرنے میں شرم و حیا آئی۔ (صحیح مسلم، مسند احمد)

اس سے اس بات کی رہنمائی ملتی ہے کہ طالب علم کو شرم و حیا سے متصف ہوجانا چاہئے اور بار بار اپنے استاذ کو اذیت پہنچانے اور بے حیائی و دیدہ دلیری سے بدعہدی اور نافرمانی کرتے ہوئے معلم و مربی پر بوجھ اور بار خاطر بننے سے پرہیز کرنا چاہئے۔

☆☆..........☆☆

اِک شخصیت اور داغِ مفارقت دے گئی

مفتی محمد راشد ڈسکوی

یوں تو اس فانی دنیا میں آنکھ کھولنے والے ہر ذی نفس نے اس دنیا سے جانا ہی ہے لیکن کچھ نفوسِ قدسی جن سے انسانوں کی بہت ساری خوش گوار یادیں وابستہ ہوتی ہیں کے چل بسنے سے آنکھوں کے آگے اندھیرا سا چھا جاتا ہے، جب اس باکمال اور صفات سے بھرپور شخصیت کی دینی وانسانی خدمات کا خیال آتا ہے تو اک لمحے کے لئے ذہن یہ صدا بلند کرتا ہوا ماؤف سا ہو جاتا ہے کہ...... اب کیا ہوگا؟...... یہ حقیقت ہے کہ جانے والوں کی کمی اور ان سے پیدا ہونے والے خلا کو پُر نہیں کیا جاسکتا لیکن قیامت تک اللہ تعالیٰ ان کی جگہ کسی اور کو بطور ذریعہ کے استعمال کرتے ہوئے اسلام کی کشتی کو چلاتے رہیں گے۔

ایسی ہی ایک باکمال شخصیت جناب ''اشتیاق احمد صاحب'' کی بھی ہے، جن کے نام کے ساتھ اب ''رحمہ اللہ'' کا لاحقہ لگانا پڑ رہا ہے۔

''إنّا للّٰہ وإنّا إلیہ راجعون'' ...... ''إنّ لِلّٰہ ما أخذ، ولِلّٰہ ما أعطیٰ، وکلُّ شیئٍ عندہ بأجلٍ مُسمّی''...... ''أعظَمَ اللّٰہُ أجرَنا، وأحسَنَ اللّٰہُ عزآء نا، وغفَرَ لِمیِّتِنا''۔

غالباً علم وعمل کی دنیا کا کوئی باسی ایسا نہیں ہوگا جو موصوف کے نام سے واقف نہ ہو۔ محترمی اشتیاق احمد صاحب سے واقفیت اسکول کی زندگی کی ابتدا سے ہی ہوگئی تھی، شاید ہی کوئی دن ایسا گزرتا ہو جس دن لائبریری سے موصوف کی انسپکٹر جمشید سیریز کا ناول کرایہ پر لے کر نہ پڑھتا ہوں۔ اچھی طرح یاد ہے کہ ایک بار والدِ محترم (مرحوم) نے ناول پڑھنے پر خوب ڈانٹا اور میرے ہاتھ سے ناول لے کر کھولا تو پہلے ہی صفحے پر محترم اشتیاق احمد صاحب کی تحریر کردہ ہدایات بعنوان: ''ناول پڑھنے سے پہلے یہ دیکھ لیں کہ'' پڑھیں تو ناول مجھے واپس پکڑاتے ہوئے فرمایا: ٹھیک ہے لیکن ان ہدایات کو ہمیشہ مدِ نظر رکھو۔ وہ ہدایات یہ ہیں:

''☆ یہ وقت عبادت کا تو نہیں۔ ☆ آپ کو اسکول کا کوئی کام تو نہیں کرنا۔ ☆ آپ نے کسی کو وقت تو نہیں دے رکھا۔ ☆ آپ کے ذمے گھر والوں نے کوئی کام تو نہیں لگا رکھا۔ اگر ان باتوں میں سے کوئی ایک بات بھی ہو تو ناول الماری میں رکھ دیں، پہلے عبادت اور دوسرے کاموں سے فارغ ہولیں، پھر ناول پڑھیں۔''

ناول کی ابتدا میں کچھ احادیث کا ہونا بھی قاری کو دینیات کا سبق دیتا تھا، پھر ناول کے کرداروں کی آپس میں نوک جھونک کے ضمن میں سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں اردو محاورات کا ذخیرہ، پوری کہانی میں عقل وذہانت کا بے انتہا استعمال، اول تا آخر سنسنی خیز واقعات کے بیان کا تسلسل، مضمونِ ناول کے ضمن میں پوشیدہ اشارے اور اسباق، ناول کے ذریعے اسلام دشمنوں کی سازشوں اور ہتھکنڈوں سے واقفیت، الغرض تعلیم وتربیت سے متعلق کیا چیز ہوگی جو ان کی طرف سے قاری کو نہ ملتی تھی! اور پھر ان سب پر مستزاد محترم اشتیاق احمد صاحب کی ''دو باتیں'' تو ان کی پہچان کا حصہ تھیں، مصروفیات کے بڑھ جانے کے باعث ''بچوں کا اسلام'' اور مزید نئے ناول'' پڑھنے کا موقع ملتا یا نہ ملتا لیکن ان کی ''دو باتیں'' تو پڑھے بنا چین ہی نہیں آتا تھا، پورے ناول کا مزہ اور فائدہ ایک طرف اور ''دو باتیں'' کا مزہ اور فائدہ دوسری طرف۔

روز نامہ اسلام کی طرف سے جب (غالباً: 2001ء سے تا حال) ''بچوں کا اسلام'' کی ادارت محترم اِشتیاق احمد صاحب کے سپرد کی گئی تو جہاں ان کی صلاحیتیں اور خدمات بالکلیہ دین کے لئے مختص ہوگئی، وہاں ہی اس ہفت روزہ کو چار چاند لگ گئے۔ موصوف خود کبھی اپنی اصلی نام سے، کبھی عبداللہ فارانی کے قلمی نام سے اور کبھی سرور مجذوب کے قلمی نام سے خوب سے خوب لکھتے رہے۔ ان کی محنت سے یہ جریدہ صرف بچوں میں ہی نہیں بلکہ بڑوں میں بھی یکساں مقبول تھا، ان کی مسلسل کاوشوں سے اس جریدے سے استفادہ کرنے والے ہزاروں میں نہیں بلکہ لاکھوں میں ہیں۔

اپنے ناولوں کے ذریعے ''دو باتیں'' کے ذریعے اور ختم نبوت سے متعلق احادیث کی اشاعت کے ذریعے دفاعِ ختم نبوت اور قادیانیت کا قلع قمع کرنے میں بھی موصوف کا خوب کردار رہا، اس مشن کی ابتدا غالباً ان کے ناول ''وادی مرجان'' سے ہوئی۔ شنید ہے کہ اس ناول کے منظرِ عام پر آنے کے بعد قادیانیوں کی طرف سے بارہا قتل کی دھمکیاں بھی ملتی رہیں، لیکن آفرین ہے اس مردِ مجاہد پر کہ کسی

چیز کی بھی پرواہ کیے بغیر اس میدان میں آگے بڑھتے رہے یہاں تک کہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مرکزی شوریٰ کے ممبر بن چکے تھے، مجلس کے ہر اہم اجلاس میں ان کی شرکت لازمی سمجھی جاتی تھی۔ بعد ازاں ''جاپانی فتنہ'' کے نام سے بھی ایک ناول قادیانیوں کی تردید میں لکھا۔

علاوہ ازیں! ایک عرصہ سے روزنامہ اسلام میں ''مکالمہ'' اور ہفت روزہ ''ضرب مؤمن'' میں ''امید'' کے مستقل عنوان سے کالم بھی اشارات کنایات میں بہت ہی اہم موضوعات کی طرف دعوت دیتا رہتا تھا، مواد اور حجم کے اعتبار سے چھوٹا سا یہ کالم افادہ کے اعتبار سے اہل بصیرت اور اہل نظر کے ہاں ایک نہایت اہمیت کا حامل کالم تھا۔

محترم اشتیاق احمد صاحب سے بندہ صرف دو بار ملاقات کرسکا، ایک بار قلمی اور ایک بار بالمشافہ، دونوں بار موصوف کے اخلاق وصفات حسنہ کا خوب گہرا اثر لے کر اٹھا۔ قصہ کچھ اس طرح ہوا کہ جب میں نے میٹرک کرلیا تو اس کے بعد چار ماہ لگانے کے لئے تبلیغی جماعت میں گیا، وہاں سے واپسی پر لائبریری سے محترم اشتیاق احمد صاحب کا نیا ناول کرایہ پر لیا، اس کا مطالعہ کیا تو اللہ کی شان اس ناول میں تقریباً تین جگہ تضاد نظر آیا، اس وقت نہ جانے دماغ پر کیا بھوت سوار ہوا، محترم اشتیاق احمد صاحب کے نام ایک خط لکھ مارا، عجیب بات یہ میرا خط خود آپس میں متضاد باتوں پر مشتمل تھا لیکن درحقیقت اللہ کی جانب سے میری تربیت کا سامان بنتا تھا، الحمد للہ علی ذٰلک۔ آج بھی جب اپنے اس خط کا خیال ذہن میں آتا ہے تو شرم سے سر جھک جاتا ہے اور ان کی عظمت سے دل لبریز ہوجاتا ہے، بندہ نے لکھا: ''حضرت اب آپ بوڑھے ہوگئے ہیں، اب آپ ناول لکھنا چھوڑ دیں، جو اس قدر موٹی موٹی غلطیاں آپ سے سرزد ہونے لگی ہیں۔ نمبر ۲: آپ سے گزارش ہے کہ اپنے ناولوں کی ابتدا میں جو احادیث کی اشاعت کا سلسلہ ہے اس میں فتن سے متعلق احادیث کو خوب منظر عام پر لائیں۔ اس خط کے جواب میں ساتویں دن ہی محترم اشتیاق احمد صاحب کا جواب موصول ہوگیا، ان کے نام کا پرنٹ لفافہ دیکھ کر ڈرتے ہوئے کانپتے ہوئے لفافہ کھولا تو دیر تک محترم اشتیاق احمد صاحب کی اعلیٰ ظرفی اور کردار کو دیکھتے ہوئے اپنے کو ملامت کرتا رہا کہ تو نے اپنی تحریر میں کس قدر پستی کا مظاہرہ کیا اور ان کی طرف سے کس قدر وسعت ظرفی کا مظاہرہ ہوا! اس وقت اندازہ ہوا کہ بڑے تو بڑے ہی ہوتے ہیں، ان کا ہر ہر فعل حکمتوں اور مصلحتوں سے بھرپور ہوتا ہے۔ ان کا جو جواب آیا، اس کا خلاصہ دو لفظوں میں تھا کہ آپ نے سچ فرمایا، میں واقعی بوڑھا ہوگیا ہوں...... اپنے اس ناول کی غلطیوں کی اعتراف...... احادیث سے متعلق مشورہ دینے کا شکریہ اور اس کے مطابق عمل کی یقین دہانی...... اور آخر میں دعاؤں کی درخواست۔ الغرض شرم وندامت کے بوجھ سے سر جھکا ہوا تھا اور محترم کی عظمت کو سلام کررہا تھا۔

بالمشافہ ملاقات کا قصہ کچھ یوں ہے کہ امسال ۱۴۳۶ھ سالانہ تعطیلات کے اختتام پر ماہ شوال میں جب جامعہ کی طرف واپسی کا پروگرام بنا تو بوجوہ راستہ میں پڑنے والے تاریخی شہر جھنگ جانے کا خیال سوجھا۔ کچھ رشتہ داروں، استاذ محترم حضرت مولانا عبد الوارث صاحب زید مجدہ کی زیارت وقدم بوسی اور ایک عرصے سے ہر دل عزیز شخصیت محترم اشتیاق احمد صاحب کی زیارت وملاقات کی تمنا نے جھنگ کے سفر کو آسان کردیا۔ جھنگ کے شہری برادرم مولانا مدثر خلیل صاحب حفظہ اللہ کے ہمراہ محترم اشتیاق احمد صاحب کے در پر جا حاضر ہوئے، ان کے بیٹے نے دروازہ کھولا، اس ڈر سے کہ کہیں ملاقات سے انکار ہی نہ ہوجائے، یہ عرض کردیا کہ حضرت کو بتاؤ کہ جامعہ فاروقیہ کراچی کے استاذ بغرض ملاقات حاضر ہوئے ہیں۔ ان کے بیٹے نے بتلایا کہ والد صاحب تو تیز بخار میں مبتلا ہیں، اوپر چھت پر ہیں، نیچے آکر شاید ملاقات نہ کرسکیں، پھر بھی میں عرض کردیتا ہوں۔ اُدھر وہ گیا اور اِدھر ہم دعاؤں میں لگے کہ اللہ کرے اجازت مل جائے۔ اللہ کا کرم ہوا، وہ آیا اور بتلایا کہ کہ اباجی اوپر بلا رہے ہیں لیکن تھوڑے ہی وقت میں فارغ ہوجانا، ہم نے غنیمت سمجھا اور زیارت کی نیت کے ساتھ ساتھ عیادت کی بھی نیت کرکے حضرت کی خدمت میں جا پہنچے۔ اس وقت عجیب سے جذبات تھے، ایک کمزور اور نحیف سا شخص، سفید ریش، نورانی چہرے والا ہمیں دیکھ کر چارپائی سے قدرے اٹھ کر استقبال کررہا تھا، ہم نے لپک کر مصافحہ کرتے ہوئے دست بوسی کی اور اشارہ ملنے پر ان کے پاس والی چار پائی پر بیٹھ گئے، حضرت کے اشارہ کرنے پر ان کا بیٹا بوتلیں لے آیا، رسمی تعارف کے بعد علم وادب کے کئی موضوعات پر گفتگو جاری رہی۔ بندہ تو بار بار موصوف کی خدمات کو سوچ کر دوبارہ ان کی طرف دیکھنے لگ جاتا تھا کہ کیا یہ وہی شخص ہے......؟؟؟!!! اس وقت بندہ نے ایک گزارش ان سے کی کہ اب تک ان کے جتنے بھی ناولوں کے ابتداء میں اور بچوں کا اسلام کی ابتداء میں ''دو باتیں'' شائع ہوئی ہیں ان کا مجموعہ ایک کتابی صورت میں شائع کیا جائے تو بہت دلچسپ، مفید اور معلومات سے بھرپور اور اردو ادب کا محاوروں کا شاندار ذخیرہ ہوگا۔ اس پر موصوف فرمانے لگے کہ تجویز تو خوب ہے لیکن یہ کام تو مکتبہ والوں کا ہے، تاہم میں یہ تجویز ان تک پہنچا ضرور دوں گا، اللہ کرے کہ یہ مفید کام جلد ہوجائے۔ بیماری کے باوجود موصوف بہت خوش دلی سے، نہایت مشفقانہ انداز میں دیر تک محو گفتگو رہے، اس کے بعد ہم دعاؤں کی

درخواست کرتے ہوئے بہت خوشگوار تاثرات لے کر وہاں سے اٹھ آئے۔

اب اگرچہ ہمارے درمیان موصوف موجود نہیں ہیں: لیکن تقریباً آٹھ سو کے گرد گھومنے والے ناولوں کے علاوہ ایک لمبی مدت تک "بچوں کا اسلام" اور ضرب مؤمن کے کالم "امید" اور اس کے علاوہ بے شمار تصانیف (مثلاً: سیرت الانبیاء قدم بقدم، خلافتِ راشدہ قدم بقدم، امہات المؤمنین قدم بقدم، ائمہ اربعہ قدم بقدم، عمر بن عبدالعزیز قدم بقدم، آزادی قدم بقدم، صحابہ کے واقعات قدم بقدم) کی شکل میں محترم اشتیاق احمد صاحب ہمارے درمیان زندہ رہیں گے، ان سے راہ نمائی لی جاتی رہے گی اور یہ سب کچھ کردار سازی کا کام کرتی رہیں گی۔

اب ان کے چلے جانے کے بعد ان کی تصنیفات کو خوب عام کرنا ان کے لئے مفید ترین صدقہ جاریہ ہوگا، اس کے لئے ضرورت ہے کہ قدم بقدم کے لاحقے کے ساتھ جتنی بھی تصانیف ہیں ان کو سستے داموں شائع کر کے منظر عام پر لایا جائے۔ حضرت کے ان سلسلوں میں عجیب قسم کی چاشنی اور جاذبیت ہے جو قاری کو خوب اچھی طرح اپنی طرف متوجہ رکھتی ہے۔ نیز ضرب مؤمن کے کالم "امید" کو کتابی شکل میں لانا، "دو باتیں" کو کتابی شکل میں سامنے لانا اور "بچوں کا اسلام" کے آخر میں صرف وہ خطوط جن کے جوابات دیے گئے ہیں، ان کو کتابی شکل میں لانا بھی ایک اہم خدمت اور ضرورت ہے۔

71 سال زندگی کی بہاریں دیکھنے والے اس مرد مجاہد کے سوانحی خاکے کے بارے میں جو تفصیلات مل سکیں، وہ کچھ اس طرح ہیں: 1944ء میں مشرقی پنجاب بھارت کے ضلع کرنال کے قصبہ پانی پت میں پیدا ہوئے، تین سال کی عمر میں تقسیم ہند کے وقت 1947ء میں ہجرت کر کے جھنگ شہر میں آباد ہوگئے، 1960ء سے لکھنے کی ابتدا کی، پھر 1967ء میں شادی کر لی، تعلیمی سلسلہ محض میٹرک تک ہی جاری رہا۔ والد صاحب کا نام مشتاق احمد تھا جن کی اولاد میں چار بیٹے اور ایک بیٹی تھی، سب سے بڑے یہی موصوف تھے۔ اس وقت صرف ان کے بھائی اشفاق احمد حیات ہیں، باقی سب دار فانی سے دار البقاء کی طرف منتقل ہو چکے ہیں اور موصوف محترم اشتیاق احمد صاحب کی اولاد میں چار بیٹیاں اور پانچ بیٹے ہیں، اس کے علاوہ ہزاروں لاکھوں روحانی فرزند ہیں جو ان کے لئے ان شاء اللہ صدقہ جاریہ کا سبب ہیں۔ ☆☆

سات شیطان

حضرت مقاتلؒ نے امام زہریؒ سے، انہوں نے حضرت عمرؓ سے اور انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ ایک رات چند صحابہ کرامؓ جن میں حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت سلمانؓ اور حضرت عمار بن یاسرؓ شامل تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کرتے ہوئے آئے۔ اسی اثنا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی آ گئے، آپؐ کے چہرہ مبارک پر موتیوں کی طرح پسینہ نظر آ رہا تھا جیسے بخار ہو رہا ہو۔ آپ نے تین مرتبہ پیشانی مبارک سے پسینہ پونچھا اور فرمایا: اس ملعون پر خدا کی لعنت ہو، پھر سر مبارک جھکایا۔ حضرت علیؓ نے دریافت کیا: یا رسول اللہ! آپ نے کس پر لعنت کی ہے؟ آپؐ نے جواب دیا: شیطان لعین اور دشمن خدا پر، اس مردود نے اپنی دُم کو اپنی مقعد میں داخل کیا اور سات انڈے دیئے، ان سے اس کے سات بچے پیدا ہوئے پھر ان میں سے ہر بچہ آدم کی اولاد کو گمراہ کرنے پر مامور ہوا۔ ایک کا نام "مدحش" ہے جو علماء کو حرص و ہوا کی ترغیب دینے پر مقرر ہوا۔ دوسرے کا نام "حدیث" ہے جو نمازیوں کو نماز بھلانے، کھیل میں لگانے، بہکانے، جمائی لینے اور اونگھنے میں مبتلا کرتا ہے، یہاں تک کہ وہ سو جاتا ہے پھر جب سونے والے سے کہا جاتا ہے کہ تو سو گیا تو وہ کہتا ہے کہ میں سویا نہیں، بغیر وضو ہی نماز میں شریک ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے، ان میں سے کوئی ایسا نہیں جسے اس کی نماز کے ثواب کا نصف، چوتھائی یا دسواں حصہ ہی ملتا ہو بلکہ اس کی نماز کے گناہ ثواب سے بڑھ جاتے ہیں۔ تیسرے شیطان کا نام "ذلعون" ہے جس کے سپرد بازاروں کا انتظام ہے، یہ رات دن بازاروں میں رہتا ہے، لوگوں کو کم تولنے کی ترغیب دیتا ہے، خرید و فروخت میں جھوٹ بولنے، سامان کو سجانے، اس کی تعریفیں کرنے کے راستے بتاتا ہے۔ چوتھے شیطان کا نام "بتر" ہے جو مصیبت کے وقت لوگوں کو اپنے گریبان پھاڑنے کی ترغیب دیتا ہے، اپنا منہ نوچنے کی ترغیب دیتا ہے، یہ انہیں سکھاتا ہے کہ واویلا کریں، اپنے آپ کو کوسیں تاکہ صبر کرنے سے جو ثواب ملتا ہے اس سے محروم رہیں۔ پانچویں شیطان کا نام "منشوط" ہے، یہ لوگوں کو جھوٹ بولنے، چغلی کھانے، طعن و تشنیع کرنے اور اسی قسم کے دوسرے گناہوں کی ترغیب دیتا ہے۔ چھٹے شیطان کا نام "واسم" ہے جو مرد کے ذکر اور عورت کی سُرین میں پھونکتا ہے تاکہ آپس میں زنا کریں۔ ساتویں شیطان کا نام "اعور" ہے جو چوری کرنا سکھاتا ہے، چور سے کہتا ہے کہ چوری کرنے سے تمہارا فاقہ دور ہوگا، اپنا قرض ادا کر سکو گے، کپڑے پہن سکو گے، چوری کرنے کے بعد توبہ کر لینا۔

مرسلہ: محمد ابوبکر ہزاروی

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کی علمی و تبلیغی خدمات

آپ کی زندگی دعوت و تبلیغ اور اشاعت اسلام میں گزری، مختلف دینی موضوعات پر سو سے زائد کتابیں تصنیف کیں

مولانا مجیب الرحمٰن انقلابی

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ عالم اسلام کی وہ عظیم علمی و روحانی شخصیت ہیں کہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے لاکھوں لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ بنایا، عرب و عجم اور یورپ و ایشیا میں آپ کو یکساں محبوبیت و مقبولیت عطا فرمائی، مختلف علوم و فنون پر دعوتی، تبلیغی، اصلاحی، علمی و تحقیقی عنوانات پر آپ کی تصنیفات و تالیفات سو سے زائد ہیں جن کا اردو، عربی اور فارسی کے علاوہ دیگر زبانوں میں ترجمہ ہوا اور وہ شائع ہو چکی ہیں۔

آپ متبحر عالم دین، وسیع النظر شیخ، بلند پایہ محقق اور علم حدیث میں اعلیٰ اور انفرادی شان رکھتے تھے۔ آپؒ کی شہرۂ آفاق تصنیف تبلیغی نصاب (فضائل اعمال) کو اللہ تعالیٰ نے پوری دنیا میں مقبولیت عطا فرمائی اور یہ کثرت کے ساتھ پڑھی اور سنی جانے والی کتاب ہے۔ دنیا کے ہر ملک میں مختلف زبانوں میں لاکھوں کی تعداد میں شائع ہونے والی اس کتاب کو اللہ تعالیٰ نے لاکھوں لوگوں کے لئے ہدایت اور نیکی پر چلنے کا ذریعہ بنایا۔

مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ دہلویؒ کی ''تعلیم الاسلام'' کو جس طرح مقبولیت ملی، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کو مایہ ناز تصنیف تبلیغی نصاب (فضائل اعمال) کے ذریعے جو شہرت و عزت، مقبولیت و محبوبیت عطا فرمائی وہ کسی اور کتاب کو حاصل نہیں ہوسکی۔

حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ نے آٹھ برس کی عمر تک گنگوہ کی خانقاہ میں اپنے والد بزرگوار مولانا محمد یحییٰ کاندھلویؒ کی زیر تربیت نورانی ماحول میں وقت گزارا، قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد ابتدائی دینی کتب اپنے والد محترم مولانا محمد یحییٰ کاندھلویؒ سے پڑھیں اور بقیہ علوم و فنون اور حدیث کی کتابوں کی تکمیل مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں مولانا خلیل احمد سہارنپوری سے کی۔ آپ کے دیگر اساتذہ کرام میں آپ کے چچا بانی تبلیغی جماعت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ، مولانا ظفر احمد عثمانیؒ اور مولانا عبداللطیف خصوصیت سے قابل ذکر ہیں، علوم باطنی کی تکمیل قطب الاقطاب مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے کی، یہاں تک کہ آپ اپنے وقت کے ایک بڑے محدث اور علوم باطنی کے بڑے مرشد بن گئے۔

۱۹ سال کی عمر میں شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ درس و تدریس میں مصروف ہوئے۔ ۲۶ سال کی عمر میں بخاری شریف اور حدیث کی دیگر کتابوں کو پڑھانے کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کا بھی سلسلہ شروع فرمایا۔ ''شیخ الحدیث'' کا لافانی لقب آپ کو مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ نے عطا فرمایا، جو آپ کے نام کا قائم مقام بلکہ کتاب تبلیغی نصاب (فضائل اعمال) کی طرح آپ کی پہچان و شناخت بن گیا۔ آپ نے تقریباً ۵۰ سال تک حدیث کی کتب پڑھائیں۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کے سوز و گداز، محبت و انکساری اور تواضع کے بارے میں عالم اسلام کی عظیم علمی و ادبی شخصیت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ تحریر فرماتے ہیں کہ شیخ الحدیث کے علم، تصنیفی انہماک، وقار و سکونت اور ضبط و تحمل کے فانوس میں عشق و محبت کا ایک ایسا شعلہ تھا جو جاننے والوں کی نگاہوں سے مستور نہیں، ان کا خمیر عشق و محبت کے اس جوہر کے ساتھ گوندھا گیا تھا اور وہ شاید ان کے خمیر کے تمام اجزاء و عناصر سے زیادہ مقدار میں تھا۔ ایک اور جگہ مولانا ابوالحسن علی ندوی تحریر فرماتے ہیں کہ اسی محبت و اخلاص نے ان کے درس، ان کی تصنیفات اور ان کے ساتھ بیعت و ارادات کے تعلق میں وہ تاثیر اور کیفیت پیدا کردی تھی کہ جو اہل عشق کے ساتھ مخصوص ہے۔

حدیث اور علم حدیث کا اصل ذوق، موضوع، محنت اور تحقیق ان کا اصل میدان تھا اور اسے وہ تقرب الی اللہ و تقرب الی الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا ذریعہ سمجھتے تھے، اسے اپنا شعار بنایا، یہاں تک کہ شیخ الحدیث کا لقب ان کے نام کا قائم مقام اور اس سے زیادہ مشہور ہوگیا۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ نے طویل عرصے کے انہماک و مطالعے سے جن کتابوں کو تصنیف و تالیف کیا، ان میں سے ایک انتہائی اہم کتاب ''اوجز المسالک شرح مؤطا امام مالک'' ہے۔ یہ کتاب چھ جلدوں میں پوری دنیا میں دیگر کتب کی طرح مسلسل شائع ہو رہی ہے، یہ کتاب بھی ان کے علمی و دینی تصنیفی کارناموں کی دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے علم و قلم میں ایسی

برکت اور وسعت و دیعت عطا فرمائی تھی کہ لاکھوں بندگان کی دینی تربیت و ذہن سازی اور ان کے اخلاق و عقائد کی صحت و درستی آپ کے علم و قلم کے ذریعے ہوتی چلی گئی۔

آپؒ کی دیگر تصنیفات و تالیفات میں سے چند ایک یہ ہیں: ''حواشی کلام پاک، خصائص نبوی، شرح شمائل ترمذی علی جامع الترمذی، لامع الدراری علی جامع البخاری، الکوکب الدری، جزء حجۃ الوداع و العمرات، الابواب و التراجم للبخاری، تبلیغی نصاب (فضائل اعمال)، مکتوبات تصوف، اکابر کا رمضان، سیرت صدیق اکبرؓ، تقریر نسائی شریف، مشائخ تصوف، حواشی اصول الشاشی'' جنہوں نے عالمی و بین الاقوامی شہرت حاصل کی۔

حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کے خلیفہ مجاز مولانا عبدالحفیظ مکی تحریر فرماتے ہیں کہ مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ اپنے متعلقین سے ہمیشہ یہ فرماتے رہتے کہ اب ہمتیں کمزور ہوگئی ہیں، ہر شعبے میں کوئی شخص کمال تک نہیں پہنچ سکتا، لہٰذا اپنے لئے طبیعت، مزاج اور ضرورت و حالات کے لحاظ سے دین کا ایک شعبہ متعین کرلے اور بقیہ شعبوں کے اکابر اور مخصوصین سے تعلق و محبت رکھے۔ اس سے ان شاء اللہ ''المرء مع من احب'' کے تحت سب ہی شعبوں کی برکات اور آخرت میں ان کا ساتھ نصیب ہوگا۔ اس کا حضرت کو ہمیشہ اہتمام ہوتا کہ جو جس شعبے میں ہے، وہ اس میں کمال تک پہنچنے کی کوشش کرے۔

وفات سے چند سال قبل ہندوستان سے ہجرت کرکے مدینہ منورہ تشریف لے گئے، جہاں شاہ فیصل شہیدؒ نے آپ کو اعزاز و اکرام کے ساتھ ٹھہرایا اور آپ نے مہاجر مدنی بن کر وہیں قیام کیا اور پوری دنیا سے آنے والے مسلمانوں کی رہنمائی فرماتے رہے۔ یہی عشق نبوت کا آفتاب و ماہتاب اپنی جلوہ سامانیاں دکھا کر ۱۹۸۲ء میں مدینہ منورہ کی مقدس سر زمین میں ہمیشہ کے لئے لاکھوں مسلمانوں کو جنت کا راستہ دکھانے کے بعد غروب ہوگیا۔ مدینہ منورہ کے جنت البقیع میں تدفین عمل میں آئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔

(بشکریہ روزنامہ جنگ کراچی، ۱۳؍نومبر ۲۰۱۵ء)

اسلاف پر اعتماد

آج کل باطل فرقوں کا ایک انداز یہ بھی ہے کہ جب ان سے کہا جائے کہ تمہارے نظریات اکابر سے کٹے ہوئے ہیں تو پھر بعض اکابر کے شاذ اقوال پیش کرنا شروع کردیتے ہیں، حالانکہ یہ اصول شریعت کے بھی خلاف ہے اور عرف کے بھی خلاف ہے، کیونکہ عرف میں اگر مثلاً ڈاکٹروں کا اختلاف ہوجائے، ایک طرف نوے ڈاکٹر ہوں، ایک طرف پانچ دس ہوں تو لوگ بڑی جماعت پر اعتماد کرتے ہیں اور چھوٹی جماعت کو چھوڑ دیتے ہیں، مگر آج کل عوام دین کے بارے میں ہر کہ، مہ کہ کے قول کو یہ کہہ کر دلیل بناتے ہیں کہ جی! وہ کوئی کافر تو نہیں۔

ایک آدمی تین طلاق کے ایک ہونے کا فتویٰ مجھے دکھانے لگا، میں نے کہا کہ یہ تو عقل اور نقل کے خلاف ہے کہ تین ایک ہوں، تو وہ مجھے کہنے لگا کہ جنہوں نے یہ فتویٰ لکھا ہے وہ کافر ہیں؟ میں نے اس کے اس سوال پر بڑا تعجب کیا کہ اس کے نزدیک کسی کے قول کے رد اور قبول کا معیار صرف کفر و ایمان ہے۔ میں نے کہا کہ جو تیری جیب کاٹتا ہے، تجھے جعلی دوائی دیتا ہے، دو نمبر کھاد یا اسپرے دیتا ہے یا تجھے تھپڑ یا گولی مارتا ہے وہ بھی تو کافر نہیں، کیا تو دنیا کے معاملہ میں یہ ساری چیزیں برداشت کرلیتا ہے کہ جعلی دوائی دینے والا کافر نہیں، لہٰذا دوائی کھالو؟ میں نے کہا کہ اصل بات یہ ہے کہ دوا، غذا، کھاد، اسپرے وغیرہ کو تو اپنی ضرورت سمجھتا ہے، اس لئے وہاں پوری تحقیق کرتا ہے کہ یہ جعلی چیز تو نہیں؟

وہاں صرف اس کا مسلمان ہونا تیرے اعتماد کے لئے کافی نہیں اور دین کی ضرورت تیرے نزدیک دنیا کی چیزوں جیسی نہیں ہے، اس لئے اپنی نفسانی خواہش پوری کرنے کے لئے کہہ رہا ہے کہ وہ کوئی کافر تو نہیں اور واقعہ یہی ہے کہ آج کل مسلمان کہلانے والے اسلام کو اپنی ضرورت نہیں سمجھتے، کیونکہ اسلام ہمیں مفت میں ملا ہے، اس پر ہماری جان، مال، وقت نہیں لگا، اس لئے اس کی قدر نہیں۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو دین کی نعمت کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

مولانا مفتی محمد انور اوکاڑوی مدظلہ

”گھر بنا بلبل کا باغ میں“

حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ

۲۰؍اکتوبر ۲۰۱۵ء کو شاہ کوٹ میں مولانا عبداللطیف انورؒ انتقال فرماگئے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون، إن للّٰہ ما أخذ ولہٗ ما أعطی و کل شیء عندہٗ بأجل مسمّٰی۔

مولانا عبداللطیف ۱۹۴۰ء میں ضلع جالندھر میں پیدا ہوئے، تقسیم کے وقت آپ کا خاندان شاہ کوٹ آ کر آباد ہوا۔ شاہ کوٹ میں ایک مندر ہوا کرتا تھا، اس کے احاطے میں مسجد بنانے کا پروگرام بنا۔ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ نے مسجد کا سنگ بنیاد رکھا۔ اس وقت عبداللطیف اسکول میں پڑھتے تھے۔ عبداللطیف کے والد گرامی نے ان کے لئے رشتہ مولانا حافظ غلام محمد صاحب جالندھری (مدفون جنت البقیع مدینہ منورہ) سے طلب کیا۔ تب حافظ صاحب مری میں پڑھاتے تھے، وہ رشتہ دیکھنے کے لئے شاہ کوٹ آئے تو عبداللطیف کے والد گرامی کو آمادہ کیا کہ ان صاحبزادے کو دین کے لئے وقف کردیں۔ انہوں نے آمادگی ظاہر کی۔ صبح سیر پر جاتے وقت حافظ غلام محمد صاحب مرحوم نے عبداللطیف کو ہمراہ لیا اور دین کی تعلیم کے لئے ترغیب دی، یہ بھی مان گئے۔ حالانکہ میٹرک کے امتحانات ہونے والے تھے، لیکن سب کچھ چھوڑ کر دینی تعلیم کے لئے عزم بالجزم کرلیا۔

مولانا حافظ غلام محمد صاحب نے عبداللطیف کے تمام سوٹ منگوائے، جتنی پتلونیں تھیں وہ قینچی سے دو دو حصہ کردیں۔ قمیضوں کے کالر کاٹ دیے۔ شلوار یں سلیں، بستر تیار ہوا، جامعہ رشیدیہ ساہیوال کے ”ناظم صاحب“ مولانا حبیب اللہ فاضل جالندھری کے نام رقعہ لکھ کر حافظ غلام محمد صاحب نے دیا اور عبداللطیف صاحب جامعہ رشیدیہ ساہیوال جا پہنچے، داخلہ رقعہ دیکھتے ہی ہوگیا۔ البتہ حضرت مولانا حبیب اللہ فاضل رشیدی کے دل میں گھر عبداللطیف نے اپنی نیاز مندانہ وصالح طبیعت سے خود بنالیا۔ جامعہ رشیدیہ ایسے گئے کہ آٹھ سال بعد وہاں سے مولانا عبداللطیف بن کر نکلے۔ یہ ۱۹۶۴ء کے لگ بھگ کی بات ہوگی۔ مولانا عبداللطیف درسیات سے فارغ ہوکر آئے تو مندر والی مسجد کی قسمت جاگ اٹھی۔ آپ نے جامعہ اشرفیہ کے نام سے ادارہ قائم کیا۔ حفظ و ناظرہ اور کتب کے درجات میں تعلیم شروع ہوئی۔ ایک وقت تھا حفظ کی کئی کلاسیں ہوتی تھیں اور کتب کے کئی درجات میں اعلیٰ درجہ کی تعلیم ہوتی تھی۔

مولانا عبداللطیف صاحبؒ نے طالب علمی کے زمانے میں حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ کے ہاتھ پر بیعت کرلی تھی۔ حضرت شیخ التفسیرؒ کے بعد آپ کے جانشین حضرت مولانا عبیداللہ انورؒ سے بیعت ہوئے تو یوں مولانا عبداللطیف انور ہوگئے۔ مولانا عبداللطیف انورؒ خوبیوں کا گلدستہ تھے، لیکن ان کی چار خوبیاں ان کی شخصیت میں ارکان اربعہ شمار ہوتے تھے:

(۱) مولاناؒ بلا کے بہادر اور شیر دل تھے۔

(۲) مولاناؒ دین کے ہر کام میں بڑی مستعدی سے پیش پیش ہوتے تھے۔

(۳) مولانا عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے کبھی بھی مصلحت کا شکار نہیں ہوئے۔

(۴) مولانا کا اپنے مرشد سے والہانہ و مخلصانہ تعلق تھا، اس میں ہمیشہ اضافہ ہوا، کبھی کمی واقع نہیں ہونے دی۔

فقیر راقم کی مولانا عبداللطیف انور سے واقفیت ۱۹۶۴ء کے اواخر یا ۱۹۶۹ء کے اوائل میں ہوئی۔ عمر، علم، تجربہ ہر چیز میں فقیر سے بڑے تھے۔ واقعہ یہ ہے کہ وہ بہت بڑے تھے۔ ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں پیپلز پارٹی کے ٹکٹ سے جو قادیانی امیدوار کھڑے ہوئے ان میں چوہدری انور حسین ایڈووکیٹ شیخوپورہ، قادیانی گروہ پنجاب کے صدر کے بیٹے چوہدری بشیر حسین انور قادیانی بھی تھے جو مانانوالہ بار، شاہ کوٹ اور بچوال وغیرہ کے حلقے سے صوبائی اسمبلی کے امیدوار تھے۔ مانانوالہ بار میں قادیانیوں کے خلاف منڈی میں پہلا بہت بڑا جلسہ منعقد ہوا۔ مناظر اسلام مولانا لال حسین اخترؒ اور فقیر راقم کے بیان ہوئے۔ استاذ محترم مناظر اسلام مولانا لال حسین اخترؒ تو پروگرام کے مطابق اگلے سفر پر روانہ ہوگئے، فقیر راقم کی اس حلقے میں تااختتام الیکشن ڈیوٹی لگی۔ تب شاہ کوٹ اس حلقے کا ہیڈ آفس اور مانانوالہ بار سب آفس مقرر ہوئے۔ ایک ویگن پر اسپیکر لگا کر گاؤں گاؤں، قریہ قریہ، دن رات سفر ہوتے تھے۔ مولانا عبداللطیف انورؒ ان سرگرمیوں میں ہمراہ ہوتے تھے۔ اکثر پروگرام ان کی ہدایات پر تشکیل ہوتے، اگر وہ سفر میں ساتھ نہ ہوں تو ان کے مدرسہ کے کوئی استاذ و طالب علم ضرور ہم سفر ہوتے تھے۔ ایک جنون تھا کہ دن رات چین نہ لینے دیتا تھا، تب اس علاقے کے دورے کے لئے مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ جیسی عبقری شخصیت جو مولانا سید محمد انور شاہ

کشمیریؒ کے شاگرد، دارالعلوم دیوبند کے فاضل، حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے معتمد خاص اور مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے گرامی قدر رفقاء میں نمایاں مقام رکھتے تھے سے مولانا عبداللطیف انورؒ نے دو تین دن طلب کئے۔ حضرت جالندھریؒ تشریف لائے، دھواں دھار طوفانی دورہ ہوا، مولانا عبداللطیف انور کے پاؤں زمین پر نہ لگتے تھے، ایک جنون سا سوار تھا۔

شاہ کوٹ کے قریب ایک گاؤں میر پور ہے۔ ارائیں برادری کی وہاں اکثریت ہے۔ گاؤں کا نمبردار حضرت جالندھریؒ اور مولانا عبداللطیف انور کو جانتا تھا، وہ بھی ارائیں اور جالندھری تھا لیکن پیپلز پارٹی میں ہونے کے باعث وہ جلسے کے لئے رکاوٹ کا باعث بن گیا۔ اس نے بدتمیزی تو نہیں کی، البتہ لب ولہجہ اس کا چوہدریوں والا تھا۔ مولانا عبداللطیف انورؒ سامنے ڈٹ گئے۔ حضرت جالندھریؒ نے فراست سے معاملہ رفع دفع کرایا۔ جلسہ عام کی بجائے ایک بیٹھک میں خاص خاص حضرات کو جمع کر کے قادیانی کفران پر واضح کیا۔ رب کی شان کہ یہ نمبردار چوہدری کچھ عرصہ بعد دماغی عارضہ میں نمونہ عبرت بن گیا۔ غرض مولانا عبداللطیف انورؒ نے بڑی جرأت سے اس الیکشن میں قادیانیوں کو دن میں تارے دکھائے۔ پیپلز پارٹی کے سبب وہ بشیر قادیانی سیٹ تو نکال لے گیا لیکن قادیانیت کو گاؤں گاؤں مولانا عبداللطیف انورؒ نے الم نشرح کر دیا۔

مرحوم کے جانے کے بعد اب صرف یادیں ہی رہ گئی ہیں اور بس۔ غرض مولانا عبداللطیف انور صاحبؒ نے اپنے صحت کے زمانہ میں کام کو سنبھالا اور خوب سنبھالا۔ ۱۹۷۴ء میں قادیانی غیر مسلم اقلیت قرار پائے، چناب نگر میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے مسجد و مدرسہ اور کانفرنس کی داغ بیل ڈالی، مولانا عبداللطیف انور مسجد محمدیہ ریلوے اسٹیشن کے جلسے ہوں یا ختم نبوت کانفرنس مسلم کالونی چناب نگر ہر پروگرام میں پیش پیش نمایاں اور صف اوّل میں ہوتے تھے۔

مولانا عبیداللہ انورؒ کے وصال کے بعد مولانا میاں محمد اجمل قادری سے بیعت ہوئے، خلافت سے سرفراز ہوئے، مولانا جمعیت علماء اسلام ضلع شیخوپورہ کے امیر رہے، مولانا محمد عبداللہ درخواستی، مولانا مفتی محمودؒ، مولانا غلام غوث ہزارویؒ بارہا ان کی دعوت پر تشریف لائے، آپ نے متعدد بار قومی وصوبائی سیٹوں پر الیکشن میں حصہ بھی لیا، مقابلہ کیا اور خوب کیا۔ مولانا عبداللطیف انور کے دو صاحبزادے ہیں: مولانا سیّد احمد، مولانا حسین احمد، دونوں مل کر مدرسہ چلا رہے ہیں۔ مولانا عبداللطیف انورؒ بیمار ہوئے، پھر طبیعت سنبھل گئی، دو سال سے نہ بیماری، نہ علاج، نہ پرہیز البتہ کمزوری نے گھیر رکھا تھا، جس کے باعث نڈھال ہو کر رہ گئے۔ صبح سات بجے وصال ہوا۔ عصر کے بعد کالج کے گراؤنڈ میں مولانا احمد علی ثانی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ مدرسہ کے صحن کے کونے اور مسجد کی بغل میں قبر بنی۔ فقیر نے دیکھا تو بے ساختہ زبان پر جاری ہوا: ’’گھر بنا بلبل کا باغ میں۔‘‘ ☆☆☆

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام مدرسہ ختم نبوت چناب نگر میں فری میڈیکل کیمپ کا انعقاد

اللہ تبارک وتعالیٰ کی خصوصی عنایت اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے اکابرین کی دعاؤں اور محنت کی بدولت مدرسہ ختم نبوت مسلم کالونی چناب نگر میں گاہے بگاہے فری میڈیکل کیمپ لگایا جاتا ہے۔ اس مرتبہ یہ میڈیکل کیمپ 8 نومبر 2015 بروز اتوار لگایا گیا۔ میڈیکل کیمپ میں ڈاکٹر صولت نواز، ڈاکٹر اللہ رکھا، ڈاکٹر محمد اشرف، ڈاکٹر نصر اللہ، ڈاکٹر آصف جنجوعہ اور ڈاکٹر حسن جمیل کے علاوہ دو لیڈی ڈاکٹرز پر مشتمل ٹیم نے 800 مریضوں کا مفت چیک اپ کیا۔ الٹرا ساؤنڈ، ای سی جی، بلڈ پریشر، شوگر کا فری چیک اپ کیا گیا اور تمام مریضوں کو مفت ادویات فراہم کی گئیں۔ میڈیکل کیمپ صبح نو بجے سے مغرب کی نماز کے بعد تک جاری رہا اور ڈاکٹرز نے یکسوئی اور توجہ کے ساتھ تمام آنے والے مریضوں کا چیک اپ کیا۔ میڈیکل کیمپ کی تیاری کے سلسلے میں مدرسہ ختم نبوت مسلم کالونی چناب نگر کے تمام اساتذہ کرام نے میڈیکل کیمپ کو کامیاب کرانے میں بھرپور محنت کی۔ یقیناً یہ فری میڈیکل کیمپ چناب نگر اور قرب وجوار کے مسلمانوں کے لئے بہت بڑی نعمت ہے۔ بہت سارے مسلمان چناب نگر میں یہ سہولت نہ ہونے کی وجہ سے علاج ومعالجہ کی غرض سے قادیانیوں کے ہسپتالوں کا رخ کیا کرتے تھے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے اس کیمپ کو شروع کرنے کی وجہ سے مسلمانوں نے قادیانیوں کے ہسپتالوں سے علاج معالجہ کرانا ترک کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اکابرین عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

اہم اپیل

فتنہ قادیانیت کی سنگینیوں سے آگاہی کے لئے بین الاقوامی ہفت روزہ ’’ختم نبوت‘‘ کا مطالعہ کیجئے۔ ہفت روزہ کے خریدار بنئے اور بنائیے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ آپ کا نام بھی محافظین ختم نبوت میں شمار ہوگا۔

(ادارہ)

آہ! حافظ محمد ثاقب رحؒ چل بسے

مولانا محمد عارف شامی، گوجرانوالہ

بندہ، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکز چناب نگر میں 29-30/ اکتوبر کو ہونے والی سالانہ ختم نبوت کانفرنس کی تیاری کے لئے چناب نگر و گردونواح کے علاقوں میں مصروف تھا۔ تمام دن کانفرنس کے فلیکس اشتہار بینر وغیرہ یعنی تشہیری مہم کے بعد تھکا ہارا رات سویا ہوا تھا۔ تقریباً رات دو بجے کا وقت تھا، فون پر گھنٹی بجی، فون سنا تو حافظ محمد ثاقب کے پوتے مہر صدیق نے بتایا کہ دادا ابو ابھی تھوڑی دیر پہلے وفات پاچکے ہیں۔ ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' آپ تمام جماعتی احباب کو بتادیں۔ فون بند ہوا، دس منٹ تو اپنے آپ کو سنبھالتا رہا کہ ہمارے محسن دنیا سے رخصت ہوگئے۔ آخرکار حوصلہ کرکے تمام احباب کو اطلاع دی۔ صبح کی نماز کے بعد شاہین ختم نبوت حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ نے تمام طلبہ کو بتایا کہ ہمارے پرانے مخلص ساتھی حافظ محمد ثاقب دار فانی سے کوچ کرگئے ہیں۔ فاتحہ برائے ایصال ثواب تمام طلباء کو پڑھنے کا حکم دیا اور پھر حافظ صاحب کے بلند درجات اور مغفرت کے لئے دعا کی گئی۔

چناب نگر سے روانہ ہوئے، مجلس گوجرانوالہ کو بتایا کہ مرکز ملتان سے حضرت اقدس ناظم اعلیٰ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری، مولانا قاضی احسان احمد کراچی، مفتی محمد راشد مدنی، گوجرانوالہ تشریف لارہے ہیں، چناب نگر سے مولانا اللہ وسایا، مولانا عزیز الرحمٰن ثانی، مولانا فقیر اللہ اختر اور سرگودھا سے حضرت مولانا محمد اکرم طوفانی صاحب تشریف لارہے ہیں۔ مجلس تحفظ ختم نبوت گوجرانوالہ نے فیصلہ کیا کہ حافظ صاحب کی نماز جنازہ شیرانوالہ باغ میں پڑھائی جائے گی جب مرحوم حافظ صاحب کی رہائش گاہ پر پہنچے تو حافظ صاحب کے صاجزادے مفتی محمد انعام الرحمٰن نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ جنازہ حضرت ناظم اعلیٰ جناب مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری پڑھائیں، بندہ نے حضرت سے درخواست کی اور جواب اثبات میں ملا۔

مکان سے حضرت حافظ صاحب کا دیدار کرنے کے بعد شیرانوالہ باغ کی طرف روانہ ہوئے۔ شیرانوالہ باغ پہنچے تو انسانوں کا جم غفیر نظر آیا اور محسوس ہوا کہ واقعی آج ایک بڑے اللہ والے اور مجاہد ختم نبوت کا جنازہ ہے۔ تلاوت ونعت کے بعد کافی بیانات ہوچکے تھے۔ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری نے چند فرمودات ارشاد فرمائے اور نماز جنازہ پڑھائی، تدفین چمن شاہ قبرستان میں ہوئی۔

بندہ کی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے 2006ء میں گوجرانوالہ تشکیل کی تو حضرت حافظ صاحب کے ساتھ دفاع ختم نبوت کا کام کرنے کی سعادت ملی۔ بڑے لوگ بڑے ہی ہوتے ہیں۔ انہوں نے خاصی تربیت کی اور کام کے اصول و ضوابط بتائے۔ ختم نبوت کا دفاع، عصر حاضر کی روشنی میں طریقہ کار، غرض یہ کہ پوری راہنمائی فرمائی جو ایک کامل مربی کو فرمانی چاہیے۔ رد قادیانیت پر داؤ پیچ، مناظرانہ اصول اور عدالتی معاملات قانونی پیچیدگیاں وغیرہ سب چھوٹی بڑی باتوں کی رہنمائی فرمائی۔ ختم نبوت کام کے حوالے سے ایسی لگن تھی کہ فرماتے تھے: مولوی عارف تھوڑی سی زندگی ہے یہ موقع ملا ہے تو خوب کام کرلیں، زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں۔ حافظ صاحب خود چلے گئے لیکن بہت سی یادیں چھوڑ گئے۔ اللہ تعالیٰ حافظ صاحب کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس نصیب فرمائے اور ان کے درجات بلند کرے۔ آمین۔ ☆☆☆

اہل اللہ کے وجود سے امت آزمائش سے محفوظ رہتی ہے

مرکزی ناظم اعلیٰ مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

حیدرآباد (مولانا توصیف احمد) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم اعلیٰ مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری، مبلغین ختم نبوت مولانا توصیف احمد، مولانا محمد راشد مدنی، مولانا محمد علی صدیقی، مولانا تجمل حسین، مولانا سیف الرحمٰن، مفتی حفیظ الرحمٰن، قاری اعظم طاہر، حاجی زمان خان نے ختم نبوت حیدرآباد کے امیر مولانا عبدالسلام قریشی سے ان کے والد ماجد کے انتقال پر تعزیت کی اور بلندی درجات کے لئے خصوصی دعا کی۔ مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری نے کہا کہ بزرگوں کا سایہ اور وجود رب کریم کی بڑی نعمت ہے۔ اہل اللہ کے وجود سے امت آزمائش سے محفوظ رہتی ہے۔ ہر انسان کو اپنے خاتمہ بالایمان کی فکر کرتے ہوئے مرحومین کے لئے اعمال صالحہ ہدیہ کرتے رہنا چاہیے۔

مرزائیت اور عدالتی فیصلے!

قسط:۳

مولانا شاہ عالم گورکھپوری

جلال الدین شمس کا تبصرہ:

آپ (مرزا قادیانی) ان لوگوں کو جو اپنی بد دماغی اور لغویت پسندی کی وجہ سے بیان واقعہ کو دشنام دہی میں داخل کر لینے کی مالیخولیا میں مبتلا ہیں، یہ تنبیہ فرما رہے ہیں کہ جب تم اپنی حماقت اور بلادت سے بیان واقعہ کو محض اس کی کسی قدر لازمی تلخی کی وجہ سے دشنام دہی میں داخل کرو گے تو پھر تمہیں ماننا پڑے گا کہ قرآن بھی گالیوں سے پُر ہے کیونکہ بیان واقعہ معہ اپنی تلخی کے اس میں بھی موجود ہے۔ (مقدمہ مرزائیہ بہاولپور، ص:۹۰۱، ج:۲، مطبوعہ اسلامک فاؤنڈیشن، لاہور)

مرزا قادیانی نے یہاں بھی اپنی بدزبانی کی پردہ پوشی میں ایک مقدس نبی کی جو توہین کی اور ان پر الزاموں کی جو بارش کی ہے ہر مسلمان کا دل اس نازیبا حرکت سے پھٹا جاتا ہے اور ''تقدس بانیان مذاہب'' کا بینر لگا کر پبلک کو دھوکا دینے والے قادیانیوں کی نسبت مسلمانوں کے علاوہ دیگر مذاہب کے لوگوں کو بھی دعوت غور وفکر دیتا ہے۔ یہ موضوع چونکہ زیر بحث نہیں اس لئے ہم قارئین کی توجہ اس طرف منعطف کرتے ہیں کہ چار سطروں میں بد دماغ، لغویت پسند، مالیخولیائی، احمق، بلید، جیسے پانچ معزز القاب سے بیان اور دشنام دہی میں فرق نہ کرنے والے خود ساختہ تہذیب وثقافت کے دلدادہ لوگوں کو مرزائی وکیل نے جو نوازا ہے وہ اپنی جگہ یہاں یہ معیار تو بہرصورت واضح ہو گیا کہ رد قادیانیت کے موضوع پر علماء اسلام مرزا کی نسبت دجال، کذاب وغیرہ کے جو الفاظ استعمال کرتے ہیں وہ مرزا کی نصوص صریحہ کے حساب سے سخت کلامی میں ہرگز ہرگز داخل نہیں ہونے چاہئیں، اس لئے کہ علماء تو ہمیشہ مرزا کی کذب بیانیوں کی مثالیں پیش کر کے ہی اُسے کذاب کہتے ہیں ان کا مقصود نہ کسی کی دل آزاری ہوتا ہے اور نہ ہی ان کے بیانات خلاف واقعہ اور بلا دلیل ہوتے ہیں۔

ہاں ہمارے مصلحین کو یہاں ضرور غور کر لینا چاہئے کہ کہیں ان کا دعویٰ اصلاح ''اَلَا اِنَّھُمْ ھُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰکِنْ لَّا یَشْعُرُوْنَ۔'' (البقرہ:۱۲) کے زمرہ میں تو داخل نہیں، اس لئے کہ نبی آخرالزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اپنے بعد دعویٰ نبوت کرنے والوں کو کذاب دجال سے تعبیر فرمایا ہے۔ عقل کا بھی تقاضا یہی ہے کہ انہیں جناب، حضرت، محترم اور صاحب سے نہ یاد کر کے کذاب اور دجال ہی کہا جائے، لیکن ہمارے مصلحین ہیں کہ قادیانی پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر احترام وشرافت کے القاب سے نوازنا چاہتے ہیں۔

خلاصہ کلام:

اس بحث کو سمیٹتے ہوئے یہ عرض ہے کہ احقاق حق اور ابطال باطل کے لئے اگر صحیح تعبیر اپنائی جائے تو منفی کہہ کر رد کرنے کی ضرورت نہیں اور نہ تنقید کی ضرورت ہے بلکہ خلوص کے ساتھ شیریں کلام لوگوں کو آگے بڑھ کر اپنی شیریں تعبیرات سے باخبر کرنے کی ضرورت ہے تاکہ اس سے فائدہ اٹھایا جا سکے۔

ایک بنیادی اصول:

گزشتہ سطور سے یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ مرزائیوں سے بحث ومباحثے کا میدان ہو یا رد مرزائیت کے جلسے وجلوس، جب قادیانیت کوئی مذہب ہی نہیں اور نہ ہی امور سے اس کا کوئی سروکار تو اس موقع پر قرآنی آیات وتعلیمات یا احادیث نبوی کو معرض بحث میں ہرگز نہیں لانا چاہئے۔ قادیانی دجل وتلبیس کا یہی وہ بنیادی نقطہ ہے جسے نہ سمجھنے کے سبب دفاعی طور پر مضبوط ہوتے ہوئے بھی اہل حق حیران وسرگرداں رہتے ہیں اور وہ یہ کہ قادیانی ہمیشہ دین اسلام اور اسلامی تعلیمات کو بحث ومباحثہ کے لئے میدان کار زار بناتے ہیں۔ قادیانیت اور قادیانی تحریرات وتعلیمات کو موضوع بحث بننے ہی نہیں دیتے کہ قادیانیت کی اصلیت اور حقیقت پبلک کے سامنے آئے۔ قادیانی قلم ہو یا قادیانی اسٹیج دونوں مسلمانوں کی کمی، مسلم معاشرے کی کوتاہی اور علماء اسلام کی کوتاہی وکمی کو بیان کرنے اور اچھالنے میں مصروف ہیں، حالانکہ ابدی خوبیوں کے حامل دین اسلام اور اس کے اصول کو کسی کی ذاتی خوبیوں یا خرابیوں سے کیا واسطہ؟ یا سراپا نجس العین قادیانیت جو تمام تر ظاہری وباطنی خوبیوں سے عاری ہے اس کو مسلم معاشرے کی عارضی اور جزوی کمیوں اور کوتاہیوں سے کیا لینا دینا؟ قادیانیوں کو چاہئے کہ پہلے وہ اپنے گھر کی خبر لیں اور قادیانیت کے سربراہ مرزا قادیانی کو موضوع بحث بنائیں اور دیکھیں کہ مرزا کہیں ٹانک وائن شراب تو نہیں پی رہا ہے؟ اس کے منہ سے افیون سے بنی معجون کی بدبو تو نہیں آ رہی ہے؟ قادیانی جانتے ہیں کہ مرزا کی یہ

عفونت کوئی مسلمان تو کیا کوئی عام شریف آدمی بھی برداشت نہیں کرسکتا۔اس لئے مرزا کو موضوع بحث بنانے سے کتراتے ہیں اور وقت کے ستم رسیدہ و حالات کے مارے مسلمانوں کا دل و دماغ اچکوں کی طرح کسی اور جانب مصروف کر کے قادیانی مبلغین آہستہ سے مسلمانوں کا متاع عزیز ''دین و ایمان'' لے بھاگتے ہیں۔

بات جب قادیانیت کی اور رد قادیانیت کی ہے تو موضوع کا محور اور اکھاڑا مرزا قادیانی کی ذات اور اس کی تعلیمات و ہدایات بنیں گی، اصول بھی مرزا قادیانی کے ہوں گے، مثالیں بھی قادیانیت سے لی جائیں گی اور قادیانیت کی خوبی یا خرابی کو میدان کارزار بنایا جائے گا۔ قادیانیت کا جوتا قادیانیوں کے سر اور انہی کے گھر اور در پر گرے، پھر قادیانیت کی حقیقت کھل کر پبلک کے سامنے آئے گی اور عام خاص ہر آدمی فیصلہ کرسکے گا کہ تضاد و تناقض سے مرکب، دجل و تلبیس کا پلندا جھوٹ اور فریب پر مبنی تمام تر خوبیوں سے عاری قادیانیت کا بھلا دین اسلام سے کیا جوڑ جو قادیانی خود کو مسلمان کہہ کر اور اسلام کا دعویٰ کرکے مسلمانوں کو بہکاتے پھرتے ہیں۔ لہٰذا قادیانیت اور مرزا قادیانی کو جھنے سمجھانے کے لئے مرزا کے عقائد و اعمال جو ان کی کتابوں میں بکھرے پڑے ہیں؟ اُن کو منظر عام پر لانا چاہئے تاکہ لوگ کھلی آنکھوں سے اُن کی گمراہی اور باطل پرستی دیکھ سکیں!!

مرزا قادیانی اپنے بیان کردہ اصول و معیار کی روشنی میں

مرزا کے جھوٹے اقوال:

جھوٹ نمبر۱: ۱۸۹۵ء میں مرزا قادیانی نے اپنے مریدین کی تعداد کئی ہزار بتائی اور ۱۸۹۶ء میں آٹھ ہزار ہونے کا دعویٰ کیا، جیسا کہ اس نے لکھا ہے:

''اور یہ بھی سراسر جھوٹ ہے کہ ہماری جماعت صرف پندرہ آدمی ہیں بلکہ وہ کئی ہزار اہل علم اور عقل آدمی ہیں۔''

''مباہلہ سے پہلے میرے ساتھ شاید تین چار سو آدمی ہوں گے اور اب آٹھ ہزار سے کچھ زیادہ لوگ ہیں جو اس راہ میں جانفشاں ہیں۔''

(ضمیمہ انجام آتھم،خزائن:۳۱۰،ج:۱۱،۱۸۹۶ء)

مگر شان خداوندی کہ خود مرزا کے قلم سے آٹھ ہزار کی تعداد کا جھوٹا ہونا ملاحظہ فرمایئے۔ ۱۸۹۸ء میں یعنی مذکورہ تحریر کے دو سال بعد انگریزوں کی خوشامد اور اپنی تحریک قادیانیت کی حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے مرزا لکھتا ہے:

''صرف یہ التماس ہے کہ سرکار دولت مدار، اس خود کاشتہ پودہ کی نسبت نہایت حزم اور احتیاط اور تحقیق اور توجہ سے کام لے،اپنے ماتحت حکام کو اشارہ فرمائے کہ وہ بھی مجھے اور میری جماعت کو ایک خاص عنایت اور مہربانی کی نظر سے دیکھیں۔'' (اخیر میں افراد جماعت کا تفصیل وار نام لکھا ہے جن کی کل تعداد ۳۱۶ صرف ہے:ناقل)۔''

(مجموعہ اشتہارات:۲۱،ج:۳،۲۴ فروری ۱۸۹۸ء)

مزید خدا کی قدرت دیکھئے کہ ۱۸۹۸ء میں انکم ٹیکس کا معاملہ پیش آ گیا اور مرزا جی کو اپنے مریدین کی تعداد تحقیقی طور پر پیش کرنا پڑی تو کل تعداد صرف ۳۱۸ ثابت ہوئی۔ ملاحظہ ہو تفصیل دار کی تحقیقی دلچسپ رپورٹ اور مرزا جی کا گپ کہ ان کے ساتھ آٹھ ہزار افراد ہیں:

''کچھ مدت سے مرزا غلام احمد نے ملازمت وغیرہ چھوڑ کر اپنے مذہب کی طرف رجوع کیا اور اس امر کی ہمیشہ سے کوشش کرتا رہا کہ وہ ایک مذہبی سرگروہ مانا جاوے... کچھ عرصہ سے ایک متعدد اشخاص کا گروہ جن کی فہرست (بحروف انگریزی) منسلک ہذا ہے۔ اس کو اپنا سرگروہ ماننے لگ گیا اور بطور ایک علیحدہ فرقہ کے قائم ہوگیا،اس فرقہ میں حسب فہرست منسلکہ ہذا (۳۱۸) آدمی ہیں۔''

(ضرورت الامام،خزائن:۵۱۴،ج:۱۳)

جھوٹ نمبر۲: انگریزوں کو خوش کر کے اپنا مفاد حاصل کرنے کے لئے مرزا لکھتا ہے:

''میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت انگریزی کی تائید اور حمایت میں گزرا ہے اور میں نے ممانعت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی اور اشتہار شائع کیے ہیں کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں۔''

(تریاق القلوب،خزائن:۱۵۵،ج:۱۵)

موجودہ دور کے قادیانیوں کے بقول مرزا کی جملہ تصانیف ۸۰ کے قریب ہیں،ظاہر ہے کہ اگر تمام تصانیف اور جملہ اشتہارات بھی مجموعی طور پر جمع کی جائیں تو پچاس تو کیا پانچ الماریاں بھی نہیں بھر سکتیں۔ یہ مرزا کا صریح جھوٹ اور غلط بیانی نہیں تو پھر کیا ہے؟

جھوٹ نمبر۳: مرزا نے اپنی تجارت کو براہین احمدیہ نامی کتاب کے ذریعے فروغ دینے کے لئے ۱۸۸۰ء میں یہ دعویٰ کیا کہ محکم دلائل پر مشتمل تین سو جزو کا مسودہ تیار ہے، کتاب چھاپنے کے لئے صرف پیسوں کی ضرورت ہے۔ ملاحظہ ہو مرزا کی تحریروں

کے چار حوالے:

۱:...''یہ کتاب تین سو محکم اور قوی دلائل حقیت اسلام اور اصول اسلام پر مشتمل ہے کہ جن کے دیکھنے سے صداقت اس دین متین کی ہر ایک طالبِ حق پر ظاہر ہوگی۔''

(براہین احمدیہ، خزائن:۱۲۹، ج:۱، ۱۸۸۲ء)

۲:...''مسودہ اس کتاب کا خدا کے فضل و کرم سے تھوڑے ہی دنوں میں ایک قلیل بلکہ اقل مدت میں جو عادت سے باہر تھی تیار ہوگیا۔''

(براہین احمدیہ، خزائن:۸۳، ج:۱)

۳:...''کتاب ہذا بڑی مبسوط کتاب ہے یہاں تک کہ جس کی ضخامت سو جزو سے کچھ زیادہ ہوگی اور تا اختتام طبع وقتاً فوقتاً حواشی لکھنے سے اور بھی بڑھ جائے گی۔''

(براہین احمدیہ، خزائن:۲، ج:۱، ۱۸۸۲ء)

۴:...''چونکہ کتاب اب تین سو جزو تک بڑھ گئی ہے، لہٰذا اُن خریداروں کی خدمت میں... التماس ہے کہ... بقیہ قیمت بلا توقف بھیج دیں۔''

(براہین احمدیہ، خزائن:۱۳۶، ج:۱، ۱۸۸۲ء)

ان چاروں حوالوں سے معلوم ہوا کہ ۱۸۸۲ء میں مسودہ بالکل تیار تھا اور تین سو دلائل پر مشتمل تھا، حالانکہ مسودہ تیار بتانا اور اس کی ضخامت کی تفصیل بتانا یہ دونوں ہی باتیں جھوٹی تھیں۔ مرزا نے محض حصولِ زر کی خاطر ایسا جھوٹ بولا کہ اس کی صداقت کو کل بھی چیلنج کیا جاتا رہا اور آج بھی چیلنج کیا جاتا ہے، مگر نہ خود مرزا قادیانی نے مسودہ عوام کے روبرو پیش کیا نہ آج تک اس کے مریدین پیش کرسکے۔ ستم بالائے ستم یہ کہ خریداروں کے تقاضے سے تنگ آ کر اپنی رقم واپس مانگنے والوں کو مزید ایسا دھوکا دیا کہ دنیا بھر کے سارے مرزائی عقلاء دنگ ہیں۔ مرزا قادیانی نے براہین احمدیہ نامی کتاب چونکہ تین سو دلائل پر مشتمل اور پچاس جلدوں میں چھاپ کر دینے کا وعدہ کیا تھا اور اسی وعدے پر لوگوں سے رقمیں اینٹھتا رہا مگر جب ۲۵ سال تک وعدہ پورا نہ کرسکا اور لوگوں کا تقاضا شدت اختیار کرنے لگا تو پیشگی رقم جمع کرنے والوں کو جواب دیا:

''پہلے پچاس حصے لکھنے کا ارادہ تھا مگر پچاس سے پانچ پر اکتفا کیا گیا اور چونکہ پچاس اور پانچ کے عدد میں صرف ایک نقطہ کا فرق ہے، اس لئے پانچ حصوں سے وہ وعدہ پورا ہوگیا۔''

(دیباچہ براہین احمدیہ، خزائن:۹، ج:۲۱، مطبوعہ ۱۹۰۵ء)

پچاس جلدوں کا پیسہ لے کر پانچ سے پورا کرنے کی یہ جھوٹی منطق اور دعویٰ مہدویت کا!!

علاوہ ازیں ۱۹۰۵ء کی اس تحریر سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ ۱۹۰۵ء تک تین سو جزو تو دور پانچویں جزو کا بھی مسودہ تیار نہ تھا اور نہ صرف پانچ جزو پر اکتفا کرنے کے کیا معنی؟ مرزا کی ان تحریروں سے ثابت ہوا کہ وہ جھوٹا بھی تھا اور دھوکا باز، خائن بھی۔

جھوٹ نمبر۴: ۱۴؍جون ۱۸۹۹ء میں مرزا کے گھر ایک لڑکا پیدا ہوا، مرزا نے اپنی جھوٹی ملہمیت کے زعم میں اس پیدائش کو جھٹ پیشگوئی کے رنگ میں تبدیل کردیا، مگر سچ ہے کہ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے۔ ہوا یہ کہ اپنے اس ایک جھوٹ کو سچ بنانے کی فکر میں اسے کئی ایک جھوٹ بولنے پڑے اور اس قدر جھوٹ بولنے پڑے کہ وہ خود مرزا کے پاؤں کے لئے ذلت کی زنجیر اور اس کی امت کے لئے قیامت تک رسوائی کا ایک مضحکہ خیز باب بن گئے۔

ملاحظہ فرمائیے مرزا کی تحریر:

''اور اسی لڑکے (مبارک احمد) نے اسی طرح پیدائش سے پہلے یکم جنوری ۱۸۹۷ء میں بطور الہام یہ کلام مجھ سے کیا اور مخاطب بھائی تھے کہ مجھ میں اور تم میں ایک دن کی میعاد ہے، یعنی اے میرے بھائیو! میں پورے ایک دن کے بعد تمہیں ملوں گا، اس جگہ ایک دن سے مراد دو برس تھے اور تیسرا برس وہ ہے جس میں پیدائش ہوئی اور یہ عجیب بات ہے کہ حضرت مسیح نے تو صرف مہد میں ہی باتیں کیں مگر اس لڑکے نے پیٹ میں ہی دو مرتبہ باتیں کیں اور پھر اس کے بعد ۱۴؍جون ۱۸۹۹ء کو وہ پیدا ہوا اور جیسا کہ وہ چوتھا لڑکا تھا، اسی مناسب کے لحاظ سے اس نے اسلامی مہینوں میں سے چوتھا مہینہ لیا یعنی ماہ صفر اور ہفت کے دنوں میں سے چوتھا دن لیا یعنی چار شنبہ۔''

(تریاق القلوب، خزائن:۲۱۷، ج:۱۵)

یہ عبارت عُجوبہٴ روزگار ہے یا مجنون کی بڑ؟ قارئین فیصلہ کریں؟ پیٹ میں نطفہ آنے سے بھی سالہا سال قبل بیٹا باپ سے مخاطب ہے، بھائیوں سے ملاقات کا دن بتاتا ہے، پیدائش سے پہلے ہی اشارہ و کنایہ کا اس قدر ماہر کہ ایک دن بول کر پورے دو سال مراد لیتا ہے اور جھوٹا اتنا بڑا کہ آنے کے لئے جو دن مقرر کیا، اس میں نہ آیا بلکہ آیا تو تیسرے سال کا نصف حصہ گزرنے کے بعد آیا۔ اس مصلح موعود بیٹے کو ''مظہر الحق و العلاء کان اللّٰہ نزل من السماء''... حق اور بلندی کا مظہر گویا کہ اللہ آسمان سے اترا آیا... کا مصداق بھی بنتا ہے۔ مرزائی مذہب کا یہ نرالہ فلسفہ عقل و خرد کے حوالے، ہمیں تو صرف یہ بتانا ہے کہ:

۱:... تکلم کے لئے یکم جنوری ۱۸۹۷ء یعنی دو سال ساڑھے پانچ ماہ پہلے کی تاریخ بتانا ایک سفید جھوٹ ہے، کیونکہ ولادت سے قبل مرزا قادیانی سے

اپنے اس عجوبۂ روزگار ''الہامی ہفوات'' کا تذکرہ کہیں بھی منقول نہیں ہے۔ ۱۸۹۹ء میں جب بیٹا پیدا ہوگیا تو محض اپنی ملہمیت اور مسیحیت جتانے کے لئے جھٹ تین سال قبل کی تاریخ بتادی۔

۲:... پیٹ میں پہلی مرتبہ جو بات ہوئی مرزا نے اس کو تو بتایا اور دوسری مرتبہ کیا بات ہوئی مرزا نے اسے چھپالیا۔ ہمیں تو یقین ہے کہ اس بیٹے نے یہ کہا ہوگا کہ اے مرزا قادیانی! تو اپنی شاطرانہ چالوں میں بڑھ گیا ہے لیکن اب خدا کی طرف سے خدا کے ہاتھوں میری پیدائش کے ذریعے تو ذلیل ورسوا ہوگا اور اسی وجہ سے مجھ میں اور تجھ میں اتنی دوری ہے جتنی ایک دن کی دوری دوسرے دن سے ہوتی ہے کہ وہ دونوں کبھی ایک ساتھ جمع ہو ہی نہیں سکتے۔ لیکن مرزا تو اس مصرعہ کا مکمل مصداق ہے:

''سب پہ سبقت لے گئی ہے بے حیائی آپ کی''

پھر وہ اس نصیحت کی پروا کیوں کرتا اور اگر یہ بات نہیں تھی تو مرزائی مرزا کی تحریر سے ثابت کریں کہ کیا بات ہوئی؟

۳:... ماہ صفر کو جو اسلامی مہینوں میں دوسرا مہینہ ہے ''چوتھا مہینہ'' اور چہارشنبہ کو جو ہفتے کا پانچواں دن ہے ''چوتھا دن'' بتانا بھی تاریخی جھوٹ ہے اور مرزا اپنے اس دعوے کی روشنی میں کہ: ''روح القدس کی قدسیت ہر وقت اور ہر دم اور ہر لحظہ بلافصل ملہم کے تمام قویٰ میں کام کرتی رہتی ہے۔'' (آئینہ کمالات اسلام، خزائن:۹۳، ج:۵) مہا جھوٹا ہے اور جہالت اپنی جگہ۔ ورنہ مرزائی ثابت کریں کہ اس غلطی کے وقت روح القدس کہاں سو گئے تھے؟ یا ٹانک وائن لینے گئے تھے یا افیونی معجون ''زد جام عشق'' کے نسخے تلاش کرنے۔

جھوٹ نمبر۵: اپنے مقابل مباہلہ کرنے والوں کا نام وانجام بیان کرنے کے ضمن میں مرزا قادیانی لکھتا ہے:

''اول تم میں سے مولوی اسماعیل علیگڑھ نے میرے مقابل پر کہا کہ ہم میں سے جو جھوٹا ہے وہ پہلے مر جائے گا، سو تم جانتے ہو کہ شاید دس سال کے قریب ہو چکے کہ وہ مر گیا۔''

(نزول المسیح، خزائن:۴۰۹، ج:۱۸)

مولوی اسماعیل علیگڑھی نے کہیں یہ بات نہیں لکھی اور نہ کہی۔ یہ مرزا قادیانی کی صریح کذب بیانی ہے، جرأت ہو تو مرزائی ثبوت پیش کریں۔

جھوٹ نمبر۶: مرزا قادیانی نے ایک موقع پر لکھا ہے:

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ قیامت کب آئے گی؟ تو آپ نے فرمایا کہ آج کی تاریخ سے سو برس تک تمام بنی آدم پر قیامت آجائے گی۔''

(ازالہ اوہام، خزائن:۲۲۷، ج:۳)

یہ صریح جھوٹ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان وافترا ہے۔ مرزائی کوئی ایسی حدیث نہیں پیش کرسکتے جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھے جانے پر قیامت کے آنے کی سو برس میں تعیین کی ہو۔

جھوٹ نمبر۷: اپنی جھوٹی مسیحیت کی ڈوبتی نیا کو سہارا دینے کے لئے جب مرزا کے پاس کوئی دلیل نہ رہی تو انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام پر افترا کرنے لگا۔ مرزا نے ایک جگہ لکھا ہے:

''اولیائے گذشتہ کے کشوف نے اس بات پر قطعی مہر لگادی کہ وہ (مسیح موعود مرزا) چودھویں صدی کے سر پر پیدا ہوگا اور نیز یہ کہ پنجاب میں ہوگا۔''

(اربعین نمبر۲، ص:۱۷۱، ج:۱۷)

قدیم ایڈیشن میں اولیاء کی جگہ انبیاء کا لفظ ہے، مرزائیوں نے مرزا کا جھوٹ ہلکا کرنے کے لئے اس کے مرنے کے بعد یہ تبدیلی کی ہے، مگر نجس العین غلاظت پر سو دفعہ بھی پانی بہانے سے کیا حاصل! وہ گندگی ہے گندگی ہی رہے گی۔ مرزائیوں کی اس تحریف کے باوجود مرزا کا جھوٹ اپنی جگہ برقرار ہے۔ نبی تو دور کسی معتبر ولی کا بھی ایسا کشف موجود نہیں جس میں: ''چودھویں صدی کے سر پر پیدا ہوگا یا پنجاب میں ہوگا'' کا لفظ لکھا ہو۔

جھوٹ نمبر۸: اپنی جھوٹی مسیحیت کے ثبوت میں بخاری شریف کا غلط حوالہ دے کر لکھتا ہے:

''بخاری میں لکھا ہے کہ آسمان سے اس (آخری خلیفہ) کی نسبت آواز آئے گی کہ: ''ھذا خلیفۃ اللّٰہ المھدی'' اب سوچو کہ یہ حدیث کس پایہ اور مرتبہ کی ہے جو ایسی کتاب میں درج ہے جو اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے۔

(شہادۃ القرآن، خزائن:۳۳۷، ج:۶)

آج تک مرزائی یہ حدیث بخاری شریف میں نہ دکھا سکے۔ مرزا کا یہ بدترین جھوٹ ہے جو اس نے اپنی مسیحیت کے زعم میں بولا ہے۔

جھوٹ نمبر۹: مرزا قادیانی نے صاحب تفسیر ثنائی حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کے متعلق لکھا ہے:

''صاحب تفسیر (ثنائی) لکھتا ہے کہ: ابوہریرہؓ فہم قرآن میں ناقص ہے اور اس کی درائیت پر محدثین کو اعتراض ہے۔ ابوہریرہؓ میں نقل کرنے کا مادہ تھا اور درایت اور فہم سے بہت ہی کم حصہ رکھتا تھا۔'' (ضمیمہ نصرۃ الحق،

(خزائن:۲۱۰،ج:۲۱)

تفسیر ثنائی میں کہیں یہ بات نہیں لکھی گئی ہے، یہ مرزا کا سفید جھوٹ ہے اور صاحب تفسیر حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری صاحب پر بہتان بھی۔ مرزائیوں میں ہمت ہے تو حوالہ دکھائیں۔ مزید یہ کہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں زبردست گالی اور گستاخی بھی۔ کیا مرزا کی شان میں مرزائی مذکورہ بالا گالیاں برداشت کرلیں گے؟

جھوٹ نمبر۱۰: مرزا قادیانی نے اپنے متعلق یہ دعویٰ کیا ہے کہ:

۱:... ”روح القدس کی قدسیت ہر وقت اور ہر دم اور ہر لحظہ بلا فصل ملہم (مرزا قادیانی) کے تمام قویٰ میں کام کرتی رہتی ہے۔“

(آئینہ کمالات اسلام،خزائن:۹۳،ج:۵)

۲:... ”وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی“ مرزا اپنی خواہش سے کچھ نہیں بولتا جو کچھ بولتا ہے سب وحی ہوتی ہے۔ (تذکرہ،ص:۳۷۸)

۳:... ”میں جانتا ہوں کہ کسی غلطی پر مجھے خداتعالیٰ قائم نہیں رکھتا۔“

(تذکرہ،ص:۹۷)

۴:... ”واللّٰہ یعلم انی ماقلت الا ماقال اللّٰہ تعالیٰ ولم اقل کلمۃ فقط یخالفہ وما مسہا قلمی فی عمری۔“

ترجمہ: ”(از ناقل) خدا جانتا ہے کہ میں جو کچھ کہتا ہوں وہ وہی کہتا ہوں جو خداتعالیٰ فرماتا ہے اور میں نے کوئی ایسا کلمہ تک نہیں کہا جو خلاف خداوند تعالیٰ ہو اور خدا کی مخالفت میرے قلم سے کبھی سرزد نہیں ہوئی۔“

(حمامۃ البشریٰ،خزائن:۱۸۹،ج:۷)

۵:... ”کلما قلت قلت من امرہ وما فعلت شیئاً عن امری۔“

ترجمہ: ”میں نے جو کچھ کہا وہ سب خدا کے امر سے کہا اور اپنی طرف سے کچھ نہیں کہا۔“ (مواہب الرحمن،خزائن:۲۲۱،ج:۱۹)

یہ ساری باتیں مرزا کی محض جھوٹ اور گپ گپ ہیں ورنہ مرزائی بتائیں کہ روح القدس نے مرزا کو اس کے جھوٹ اور غلط بیانیوں پر متنبہ کیوں نہ کیا؟ ایک طرف اپنی زبان وقلم کی محفوظیت کے یہ بلند وبانگ دعوے اور دوسری طرف زبان وقلم سے جھوٹ کی غلاظتیں کہ جس کی وجہ سے وہ خود بھی اور اس کی امت بھی ذلیل ورسوا ہورہی ہے۔

(جاری ہے)

اعصاب اور مردانہ امراض کیلئے بہترین آزمودہ نسخہ

مکمل علاج، مکمل خوراک

قیمت 3000 روپے
وزن 600 گرام

فیضل

معجون قوتِ اعصاب زعفرانی

33% اکاسیر مرکب

☆ خوشگوار زندگی کے لمحات مزید پرکیف
☆ اعضائے خاص کی تمام بیماریوں میں مفید
☆ قوت خاص اور امساک کے لئے نادر نسخہ
☆ ہضم کی درستگی اور پیدائش خون میں اضافہ کا ضامن
☆ جریان، احتلام، ہڈیوں، پٹھوں کی کمزوری اور تھکاوٹ کیلئے مفید

زعفران، جائفل، ناگر موتھ، مغز بندق، آلو بخارا، جوہر آہن، مصطگی، جلوتری، کشتہ چاندی، مرواریدہ، دارچینی، اکر، مغز فندق، ورق طلاء، لونگ، ورق نقرہ، گوند کیکر، بہمن سفید، گوند کتیرہ

33 اجزاء

پاکستان بھر میں فری ہوم ڈلیوری
0314-3085577

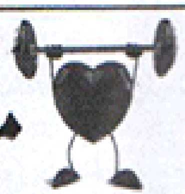

معجون تسکین دل

دل کے تمام امراض کے لیے مفید ہے۔

دل کے درد، شریانوں کی بندش، دل کی کمزوری، دل کی گھبراہٹ دل کا بے ترتیب اور تیز چلنا، بلڈ پریشر کا کم یا زیادہ ہونا اور دل کے دیگر امراض کی اصلاح کرتا ہے۔

جگر ومعدہ کی اصلاح کرکے نیا خون پیدا کرتا ہے۔

عام جسمانی کمزوری میں بھی انتہائی مؤثر اور مفید ہے۔

قیمت 1200 روپے

وزن 500 گرام

آب سیب، آب انار، آب ادرک، ورق نقرہ، تخم خرفہ، آب بہی، آب لیمن، شہد خالص، بہمن سفید، گاؤزبان، زعفران، مروارید، ورق طلاء، کشنیز، بادرنجبویہ، ابریشم، گل سرخ، گل نیلوفر، تخم کاہو، دورونج عقربی، صندل سفید، طباشیر، آملہ، جوہر مرجان، مغز تربوز، گل گاؤزبان، الائچی خورد، کہربا، بہمن سرخ

فیضل FOODS شارب لائنز ڈی گراؤنڈ پیپلز کالونی فیصل آباد

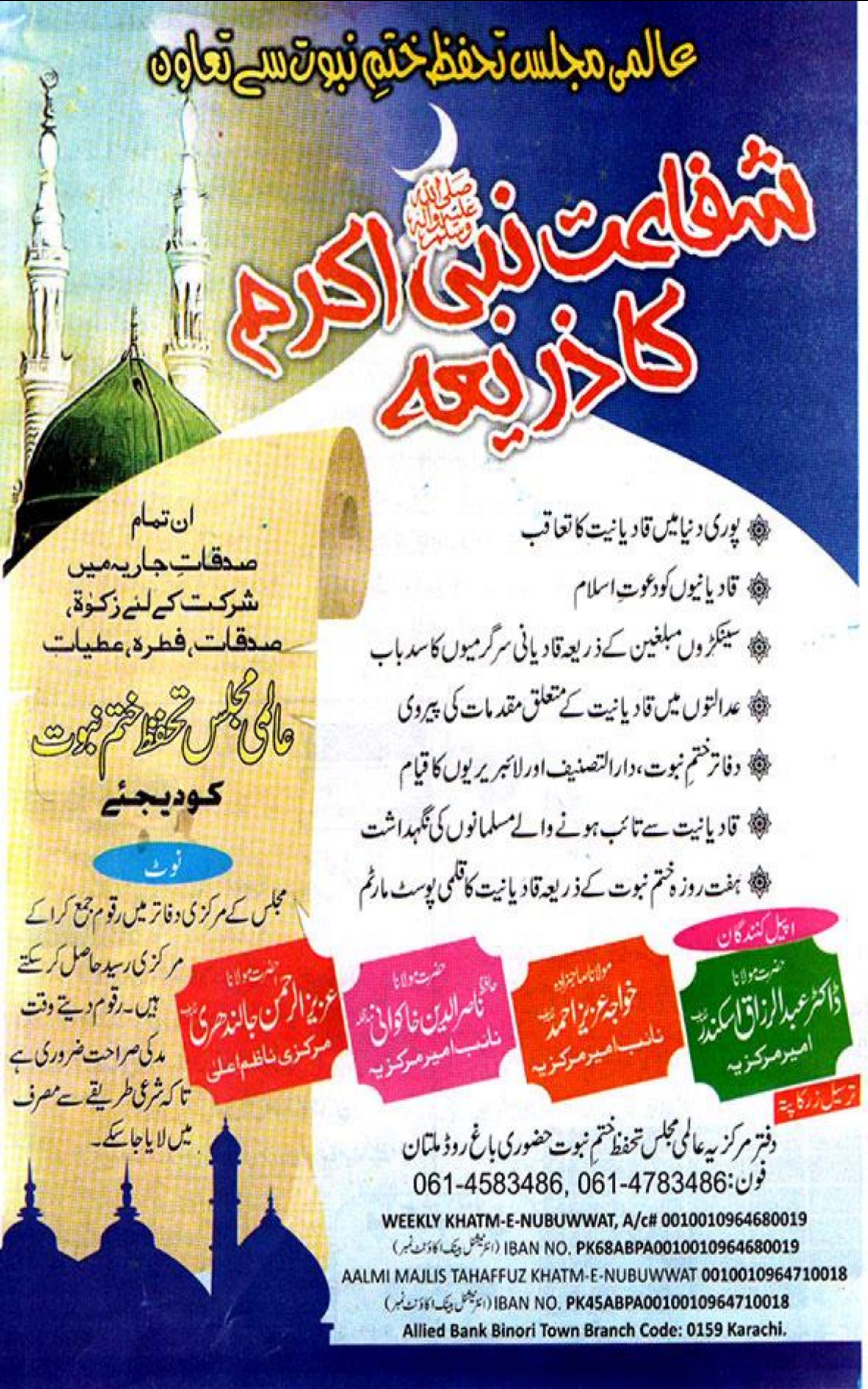
عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سے تعاون
شفاعت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کا ذریعہ
پوری دنیا میں قادیانیت کا تعاقب
قادیانیوں کو دعوتِ اسلام
سینکڑوں مبلغین کے ذریعہ قادیانی سرگرمیوں کا سدباب
عدالتوں میں قادیانیت کے متعلق مقدمات کی پیروی
دفاترِ ختمِ نبوت، دارالتصنیف اور لائبریریوں کا قیام
قادیانیت سے تائب ہونے والے مسلمانوں کی نگہداشت
ہفت روزہ ختم نبوت کے ذریعہ قادیانیت کا قلمی پوسٹ مارٹم
ان تمام صدقاتِ جاریہ میں شرکت کے لئے زکوٰۃ، صدقات، فطرہ، عطیات
عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت
کو دیجئے
نوٹ
مجلس کے مرکزی دفاتر میں رقوم جمع کرا کے مرکزی رسید حاصل کر سکتے ہیں۔ رقوم دیتے وقت مد کی صراحت ضروری ہے تا کہ شرعی طریقے سے مصرف میں لایا جا سکے۔
اپیل کنندگان
حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر امیر مرکزیہ
مولانا صاحبزادہ خواجہ عزیز احمد نائب امیر مرکزیہ
حضرت مولانا قاضی ناصر الدین خاکوانی نائب امیر مرکزیہ
حضرت مولانا عزیز الرحمن جالندھری مرکزی ناظم اعلیٰ
ترسیلِ زر کا پتہ
دفتر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان
فون: 061-4583486, 061-4783486
WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT, A/c# 0010010964680019
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK68ABPA0010010964680019
AALMI MAJLIS TAHAFFUZ KHATM-E-NUBUWWAT 0010010964710018
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK45ABPA0010010964710018
Allied Bank Binori Town Branch Code: 0159 Karachi.